بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

پر مذاہب عالم کی گواہی

تحقیق و تحریر: شیریں زادہ خدوخیل

"اور ان کفار نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ایک سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں، پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر (محمد ﷺ) آ پہنچے تو بس ان کی نفرت ہی میں اضافہ ہوا۔"

(فاطر۔آیت ۴۲)

تحقیق و تحریر
شیریں زادہ خدوخیل

297.63 Shireen zadagh Khad-o-Khail
Baaist-e-Nabvi(P.B.U.H) Per Mazahib-e-Aalam ki Gawahi / Shireen zadagh Khad-o-Khail.- Lahore: Al-Faisal Nashran , 2006.
144p.

1. Seerat-e-Nabvi 1. Title card

ISBN 969-503-448-9

فروری 2006ء
محمد فیصل نے
تعریف پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت: -/100 روپے

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com
e.mail : alfaisalpublishers@yahoo.com

اپنی رفیقہ حیات

یاسمین

کے

نام

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں، وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ، ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے

فہرست

(۱) چند باتیں ۹

(۲) ہندومت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی ۱۳

(۳) بدھ مت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی ۴۱

(۴) مجوسیت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی ۶۱

(۵) یہودیت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی ۷۹

(۶) عیسائیت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی ۱۰۹

چند باتیں

آج سے کچھ عرصہ قبل جب پشتو میں سیرت النبی ﷺ پر میری پہلی تصنیف ''میتر یا'' شائع ہوئی تو اسے ادبی حلقوں میں بہت سراہا گیا لیکن پشتو زبان کا حلقہ چونکہ انتہائی محدود ہے اور پشتو قارئین کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے میں نے دوسری کتاب ''رسول اکرم ﷺ اور علم حیوانات'' اردو میں لکھی اس کے بعد میری تیسری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا دسترخوان'' جب شائع ہوئی تو ایک دن مجھے جناب محترم ڈاکٹر عبد الباعث المعروف پاکستان باچا نے مدعو کیا۔ موصوف ہمارے علاقے کے معروف روحانی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد ماجد اعلیٰ حضرت عبدالحکم بادشاہ صاحب مرحوم ومغفور المعروف جی لالہ صاحب آف بام خیل (صوابی) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اب آپ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ بعثت نبوی ﷺ کا مطالعہ مذاہب عالم کی روشنی میں کرنا چاہیے۔ اس موضوع پر اگرچہ کچھ کتب ہیں لیکن ان میں عموماً صرف کسی ایک مذہب کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہئے جس میں جملہ مذاہب کا یکجا مطالعہ کیا گیا ہو۔ میرا اس موضوع پر ایک عرصہ سے کتاب لکھنے کا خیال ہے۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں ہے۔ ایک طرف مریضوں کی بھرمار ہے۔ اوپر سے گھریلو ذمہ داریاں اور دیگر مصروفیات اس قدر ہیں کہ میں کوشش کی باوجود گذشتہ تین چار سالوں میں چند صفحات سے کچھ زیادہ نہ لکھ سکا۔ اس لئے اگر آپ اس موضوع پر قلم اٹھائیں تو شائد میری آرزو پوری ہو۔

ان کی عقیدت اور احترام اپنی جگہ مگر مجھے اپنی کم مائیگی کا شدید احساس تھا۔ کیونکہ میں نہ تو عالم دین ہوں نہ مُناظر اور نہ کبھی مذاہب عالم کا طالبعلم رہا۔ مگر ان کے شدید اصرار پر اللہ کا

نام لے کر اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ایک سال کی شب و روز کی شدید مشقت کا ثمر اب آپ کے سامنے ہے۔

ہم مسلمان اس لحاظ سے یقیناً بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی سیرت اور کتاب دونوں محفوظ ہیں۔ دیگر ادیان کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ رہی کہ ان میں سے بعض نے انبیاء کو لیا اور ان کی کتب کو نظر انداز کیا اور بعض نے کتب کو لیا اور انبیاء کرامؑ کی سیرتوں کو نظر انداز کیا، جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ وہ دونوں کو ہی گم کر بیٹھے اور آب وہ کسی نئے آنے والے نبی کے منتظر ہیں، ان کی راہ تک رہے ہیں حالانکہ وہ جس کے منتظر ہیں وہ تشریف لا چکے ہیں مگر بدقسمتی سے انھیں صحیح طور پہ پہچان نہیں پا رہے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

"دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ ﷺ کی طرف اُتارا ہے۔ کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے۔ آپ اسے کھول کر بیان کریں، شائد وہ غور و فکر کریں" (سورہ النحل۔ آیت۔ ۴۴)۔

سورہ ال عمران میں ارشاد خداوندی ہے۔ "اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ ان کا یہ بیوپار بہت بُرا ہے" (آیت۔ ۱۸۷)۔

اس آیت کی تفسیر میں امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں عہد و میثاق کا ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر مسیحؑ تک جتنے پیغمبر گزرے، خدا نے ہر ایک سے سید عالم رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق اور تائید کا پختہ قول و قرار لیا۔ اس لیے سب پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانے میں آنحضور ﷺ کے لیے پیش گوئیاں فرمائیں اور اپنی امتوں کو حضور پر نورؐ کی اس عالم میں تشریف آوری کی بشارتیں دی ہیں۔ اس آیت میں اہل کتاب کو تنبیہ کر کے مخاطب کیا جا رہا ہے، کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا، کہ کتاب الٰہی میں جو باتیں درج ہیں اور آخری نبیؐ کی جو صفات ہیں، انہیں لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور انہیں چھپائیں گے نہیں، لیکن ان لوگوں نے دنیا کے تھوڑے مفادات کے لیے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

یہ بشارتیں اکثر استعاراتی اور تمثیلی ہیں۔ اس لئے ان کو سمجھنے کے لیے قرآن، حدیث، تاریخ اور اس کتاب کے اصل متن کو سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ جس سے یہ بشارت نقل کی گئی ہو۔

کیونکہ بیشتر مترجمین نے یہ حقیقت جان لینے کے بعد کہ یہ تو بعثت نبویؐ پر گواہی ہے اصل مدعا کو ترجمے میں دانستہ لفظی ہیر پھیر سے تبدیل کرنے کی کوششیں کی ہیں' جن کے بے شمار ثبوت اس کتاب میں ہم نے پیش کیے ہیں جس کی نشاندہی قرآن مجید نے کی ہے۔

اس کتاب میں ہم نے صرف ان بشارتوں کو نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا ہے' بلکہ متعلقہ مذہب کی مکمل تاریخی پس منظر اور ممکنہ حد تک سچائی تک پہنچنے کی مختصر مگر جامع کوشش بھی کی ہے۔ کیونکہ سورۃ الحجر اور دیگر کئی سورتوں میں فرمایا گیا ہے' کہ ہم نے اگلی امتوں میں بھی برابر رسول اور ہادی بھیجے ہیں۔ اس کے ساتھ امت محمدیہ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ یوم الحساب پر اس بات کی گواہی دیں گے' کہ "اے اللہ! تیرے پیغمبروں نے تیرا پیغام اپنی اپنی اُمت اور قوم کو پہنچا دیا تھا اور تو نے ہمیں اپنے قرآن کے ذریعے سے ان امور پر مطلع فرمایا تھا (الزمر آیت ۷۱ النحل آیات ۸۴-۸۹)۔"

اس موضوع پر لکھتے وقت ہم نے مذاہب عالم میں سے پانچ بڑے مذاہب کو منتخب کیا ہے۔ جو آنے والے نبی کی راہ تک رہے ہیں' ان میں دو الہامی مذاہب یہودیت اور عیسائیت ہیں جبکہ تین غیر الہامی مذاہب ہندومت' بدھ مت اور مجوسیت ہیں۔ دوران تحقیق ہم نے ممکنہ حد تک کوشش کی ہے کہ تعصب اور غیر علمی رویئے سے اجتناب کیا جائے' بے جا بخیئے اُدھیڑنے سے گریز کیا جائے اور دل آزاری سے بچا جائے بلکہ حتی الوسع ہمدردانہ نقطہ نظر اپنانے کی کوشش کی ہے۔

ان مذاہب کی جانب سے عموماً سوالیہ انداز میں اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمان تو ایک طرف ان کتب ادیان کو تحریف شدہ بتاتے ہیں' اور دوسری طرف ان سے آپ ﷺ کی بابت بشارتیں اور پیش گوئیاں نکالتے ہیں اور گواہی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر یہ کتب تحریف شدہ ہیں' تو گواہی حقیقت پر مبنی نہیں اور اگر گواہی صحیح ہے تو پھر ان کتب کے محرف ہونے کا دعویٰ غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس کے جواب میں اتنا عرض کیا جاتا ہے' کہ کتاب مقدس اور دیگر مذہبی صحائف سے جو پیش گوئیاں اور بشارتیں بطور گواہی پیش کی جاتی ہیں' وہ مسلمانوں کے حق میں اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے نہیں بلکہ غیر مسلموں پر اس بات کو واضح کرنے کے لیے پیش کی جاتی ہیں' کہ جب تمہارے کتب سے اسلام اور حضور ﷺ کی آمد کی حقانیت ثابت ہو جاتی ہے' تو پھر اسلام اور حضرت محمد ﷺ کو سچے دل سے تسلیم

کرنے میں تمہیں کونسا امر مانع ہے؟

مذاہب عالم کی تاریخ کو اگر دیکھ لیا جائے تو اس میں آپ ﷺ کے سوا اور کوئی پیغمبرؑ ایسا نہیں ملے گا، جس کی بعثت کی اس تواتر سے زبان وحی والہام نے خبریں دی ہوں۔ یہ شرف صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کو حاصل ہے۔ حضور ﷺ کی عظمت کا صرف یہی ایک پہلو آپؐ کی صداقت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ طلب صادق سے آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کا مطالعہ کیا جائے اور تعصب کی عینک اتار کر مختلف صحائف سماوی کو دیکھا اور جانچا جائے۔

شیریں زادہ خدوخیل
ماہر مضمون اُردو
گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول، طوطالے (بونیر)
براستہ، صوابی۔ صوبہ سرحد

۲۱ جولائی ۲۰۰۴ء

ہندومت ایک مطالعہ

اور

بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی

ہندومت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی

ہندومت یا ہندویت علماء تقابل ادیان کے نزدیک ان معنوں میں کوئی مذہب نہیں، جن معنوں میں عموماً یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مذہب کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ایک مرکزی عقیدہ ہو۔ جس پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہو۔ مگر ہندو مذہب میں کوئی ایسا مرکزی عقیدہ نہیں ملتا۔ بلکہ مختلف طبقے اور گروہ جن کے عقائد، شعائر، عبادات اور کتب دینیہ بھی ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں، وہ سب ہندو کہلاتے ہیں۔ اس لئے جب ہم کسی مسئلے میں ہندو مذہب کا فتویٰ طلب کرتے ہیں، تو ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے کہ اس کے مختلف مذاہب میں کس کو مخاطب کریں، تاہم اس مشکل کو ہندوؤں کے جدید مذہبی میلان نے ایک حد تک آسان کر دیا ہے۔ اگرچہ مسالک کا اختلاف اب بھی باقی ہے۔ لیکن چند مخصوص کتابوں پر اپنی مذہبی عقیدت کو مرکوز کرنے کی طرف ہندوؤں کا میلان بڑھتا جا رہا ہے اور ان کی ایک بڑی اکثریت نے ان کتابوں کو اپنے دین کی اساس و بنیاد کے طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ یہ کتابیں تین ہیں، چار وید، بھگوت گیتا اور منوسمرتی، علاوہ ازیں اصنام پرستی اور عقیدہ تناسخ پر ان کے جملہ مذہبی اور معاشرتی اداروں کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ مورتی پوجا، مندر اور اوتار کا عقیدہ، ہندومت کے جان قرار دیئے جاتے ہیں۔

"ہندو" لفظ دراصل قدیم سنسکرت کتابوں میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اس علاقے کو یونانیوں نے دریائے سندھ کے رعایت سے جس کو سنسکرت میں "سندھو" کہا جاتا ہے۔ اندوس INDOS کہا۔ جو لاطینی میں INDO بنا، بعد میں ایرانیوں اور عربوں نے اس کو ہندو کے نام سے موسوم کیا۔ پھر رفتہ رفتہ یہ لفظ ہندوستان کے باشندے کا مفہوم دینے لگا۔ بعض محققین کے مطابق ہندو لفظ کا ایک اور معنی بھی ہے۔ یعنی "کالے رنگ والے" چونکہ یہاں کے لوگ بالعموم سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں، اس لئے مذہبی حوالے سے قطع نظر یہ نام خطہ کے حوالے سے مروج ہوا اور یہ لفظ ہندوستان کے باشندے کا مفہوم دینے لگا۔ لیکن اب یہاں کے لوگ

ہندوستان کی بجائے بھارت کے حوالے سے خود کو بھارتی کہلاتے ہیں۔ اس لئے ''ہندو'' لفظ مذہبی حوالے سے مستعمل نہیں۔

جس طرح ہندومت کے بنیادی عقائد اور کتب میں اختلاف ہے۔ اس کے ساتھ ایک اضافی بلکہ بنیادی بات یہ بھی ہے۔ کہ اس کا کوئی بانی نہیں ہے۔ جس نے کوئی بنیادی پیغام دیا ہو۔ زرتشت' حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کی طرح ہندومت میں کوئی پیغمبر نہیں گزرا ہے۔ جان کلارک آرچر کے مطابق ہندوؤں کے یہاں کنفیوشس کی طرح کا بھی کوئی شخص نہیں ہے' جو طویل موروثی روایات کو پوری طرح مرتب کر دینے والا ہو' حتیٰ کہ ان کے یہاں ایسی شخصیتیں بھی نہیں ہیں' جیسے جینیوں کے یہاں مہاویر' بدھوں کے گوتم اور سکھوں کے یہاں گرونانک صاحب ہیں۔ ایک مفہوم میں ہندومت کا بانی ایک انبوہ ہے' جس کی شخصیتیں تاریکی میں ہیں۔ اس لئے کسی ایک پیغمبر کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہاں دیوتاؤں نے جنم لیا جن کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں سے متجاوز ہے۔ البیرونی نے کتاب الہند میں ان کی تعداد ۳۳ کروڑ بتائی ہے۔ حالانکہ اس زمانے میں کل ہندوستان کی آبادی شائد ہی ۳۳ کروڑ ہو' لیکن موجودہ دور میں ایک دیوتا کے حصے میں کم سے کم دو ہندو ضرور پڑتے ہیں۔ اس لئے ان بے شمار ابہامات اور دیومالائی تصورات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم مختصر طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ہندومت کی تخلیق میں بے شمار افراد' قوموں' تہذیبوں اور مذاہب کا ہاتھ ہے۔ جس کا سلسلہ موہنجوڈرو اور ہڑپہ کے دور سے آگے نکلتا ہے بلکہ عہد حجر سے شروع ہوتا ہے۔ مسٹر گووند اس اپنی کتاب ''ہندوازم'' میں لکھتے ہیں۔ ''ہندومت دراصل علم الانسان سے متعلق تھا۔ جسے بدقسمتی سے مذہب کا نام دیا گیا۔ ویدوں سے شروع ہو کر اور چند ایک قبائل کے رسم و رواج کو اپنے آغوش میں لے کر یہ آگے بڑھا اور ایک برف کے گولے کی طرح مختلف زمانوں میں لڑھکتے لڑھکتے اپنے حجم میں بڑھتا چلا گیا اور جس جس قوم اور قبیلہ سے یہ متمسک ہوا' اس کے رسوم اور تخیلات کو اپنے اندر جذب کرتا گیا' حتیٰ کہ اس وقت تک یہ سلسلہ جاری ہے اور ہر ایک کو (اپنی اپنی جگہ) مطمئن رکھنے والا اور ہر ایک کے ارشاد کی تعمیل کرنے والا واقعہ ہوا ہے۔'' اس لئے وہ دنیا جہاں کے مختلف و متضاد مذہبی خیالات و اعمال کا مرکب بن گیا ہے۔ مگر باوجود اس قدر اختلافات و تضادات کے' ہندوؤں میں شروع ہی سے یہ خوبی موجود ہے۔ جس کا ذکر البیرونی نے بھی نہایت صراحت سے کیا ہے' کہ مذہبی باتوں میں یہ آپس میں ایک دوسرے سے نہیں جھگڑتے

ایک دوسرے پر تکفیر اور الحاد کے فتوے نہیں لگاتے' اور نہ مذہبی تراع میں جان و مال کی بازی لگاتے ہیں۔ بلکہ اگر وہ جھگڑتے بھی ہیں تو ان کا جھگڑا صرف لفظی نزاع تک محدود رہتا ہے۔ ان کے مذہبی جنون کا رخ دوسرے مذاہب کے ماننے یا بدیسیوں کی طرف ہوتا ہے' جن کو وہ ملیچھ اور ناپاک سمجھتے ہیں۔

ذات پات کی تقسیم

دیگر مذاہب عالم سے ہندومت جس چیز میں منفرد ہے' وہ ذات پات کی تقسیم ہے۔ جو ہندوستان کے سوا اور کسی معاشرے یا ملک میں نہیں پایا جاتا ہے۔ جس کے سبب ہندو معاشرہ چار ذاتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابتداہی سے ان طبقوں کی تعداد چار ہے۔ جو منو کے ضابطہ قانون کے مطابق خدا کی جانب سے منظور شدہ ہے۔ ان میں سب سے پہلے نمبر پر برہمن ہے۔ یہ سب سے اونچی ذات ہے۔ یہ برہما کے سر سے پیدا ہوئے ہیں۔ چونکہ سر حیوانی جسم کا سب سے بلند حصہ ہے۔ اس لئے برہمن اس نوع کا جوہر اور منتخب حصہ ہیں' ہندو ان کو افضل ترین انسان سمجھتے ہیں۔ یہ علم اور مذہب کے محافظ ہیں' اور جملہ مذہبی فرائض کی ادائیگی ان کے ذمے ہے۔ دوسرے نمبر پر کھشتری (چھتری/کھتری) طبقہ ہے' ان کی پیدائش برہما کے کندھوں اور ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ ان کا مرتبہ برہمنوں کے مرتبے سے بہت زیادہ کم نہیں ہے۔ دنیاوی امور' نظام حکومت چلانا اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے سپرد ہے۔ کھشتری ''وید'' کو پڑھ اور سیکھ سکتا ہے۔ لیکن اس کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ تاہم چند مذہبی فرائض ادا کر سکتا ہے۔ اس کے بعد ویش کا نمبر ہے۔ جو برہما کی ران سے پیدا ہوئے ہیں۔ ویش کے فرائض میں کاشت کرنا' مویشی پالنا اور برہمنوں کی ضرورتیں پوری کرنا شامل ہے' اور سب سے آخر چوتھے نمبر پر شودر ہیں' جو برہما کے پیروں سے پیدا ہوئے ہیں۔ آخر الذکر دونوں ذاتوں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ تاہم شودر کی حیثیت برہمن کے غلام کی سی ہے۔ مذہب کی رو سے اس کو صرف برہمن کے کاموں میں مصروف رہنا اور اس کی خدمت کرنا چاہیئے۔ پوجا کرنا' وید پڑھنا اور آگ کی قربانی دینا ''ویش'' اور ''شودر'' دونوں کے لئے اس قدر ممنوع ہے کہ اگر ان کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس نے وید پڑھا ہے' تو حاکم اس کی زبان کٹوا دے' البتہ خدا کا دھیان نیک کام اور صدقہ دینا ان کے لیے ممنوع نہیں۔ اگر وہ اپنا پیشہ چھوڑ کر کوئی اور پیشہ

اختیار کرے گا تو وہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور اس گناہ کی حیثیت چوری سے کچھ ہی کم ہے۔

ہندو معاشرے میں بھی فرائض سے قطع نظر ذات پات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی برہمن شودر کا کھانا کھالے تو اس کی معرفت کی نور زائل ہو جاتی ہے اور اگر شودر کا کھانا برہمن کے پیٹ میں ہو اور وہ مر جائے تو وہ اگلے جنم میں بستی کا سوٴر بن کر پیدا ہوگا۔ جبکہ مہابھارت کے پران کے مطابق چوہا بن کر پیدا ہوگا۔ اگر کسی شودر کا ہاتھ برہمن کے کھانے میں لگ جائے تو برہمن اس کو ہرگز نہ کھائے۔ اگر کوئی برہمن کسی شودر کے ساتھ رہنے سہنے لگے گا تو وہ ایک سال کے اندر بے ذات ہو جائے گا اور اگر شودر کے ساتھ کھانے پینے لگے گا تو فوراً ذات سے باہر ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر شودر مر جائے تو ان کے مردے کو بستی کی جنوبی سمت مرگھٹ میں جلایا جائے کیونکہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق شمال کی طرف جنت اور دوزخ جنوب کی طرف ہے۔ شودروں کو اس لئے جنوب کی طرف لے جایا جائے کیونکہ شودر دوزخی ہیں۔ اس کے علاوہ ویش اور شودر دیگر بے شمار قسم کے انسانی حقوق سے محروم ہیں۔

بنیادی طور اگر دیکھا جائے تو پہلے ذات پات کی تقسیم پیشوں کے اعتبار سے تھی۔ لیکن آواگون یا تناسخ الارواح کے نظریئے نے ہندو معاشرے میں ذات پات کی بندشوں کو لازمی قرار دیا اور اب مذہبی ضروریات کی بنا پر یہ تقسیم ناگزیر سمجھی گئی۔ لیکن اس کے باوجود عہد حاضر میں عیسائیت' اسلام اور کنفوشی مت کے بعد یہ دنیا کا چوتھا بڑا مذہب ہے۔ اس کے تقریباً پچانوے فیصد پیروکار ہندوستان' نیپال اور بھوٹان میں آباد ہیں جبکہ چار فیصد پاکستان' کشمیر' بنگلہ دیش اور بقیہ ایک فیصد جنوب مشرقی ایشیا کے مختلف ممالک میں بستی ہے۔

ہندو مت کا دینی ادب

ہندو مت کا دینی ادب کئی کتابوں پر مشتمل ہے۔ جنھیں ویدک ادب کا نام دیا گیا ہے۔ یہ نظم و نثر' متضاد مطالب اور موضوعات پر مشتمل ہے۔ اور انھیں شرتی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ویدادب کے شرتی (الہامی) قرار دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس میں شامل مذہبی حقائق کو کسی کی تخلیق نہیں سمجھا جاتا۔ ہندوؤں کے بقول قدیم رشیوں' روحانی شخصیتوں نے اپنے اعلیٰ روحانی مقامات کی بدولت ان سچائیوں کو سن لیا تھا اور پھر ان کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔ اس لئے یہ "شرتی" (سنا ہوا/الہامی) مانا گیا ہے۔ اور یہ کہ یہ کسی انسان کی تصنیف نہیں ہے۔ بعض کے

نزدیک نظم ونثر کا یہ مواد اتنا مقدس خیال کیا جاتا تھا کہ اسے احاطۂ تحریر میں لانا گناہ تصور کیا جاتا تھا۔ اس لئے یہ روایتاً سینہ بہ سینہ برہمنوں کے یہاں منتقل ہوتا رہا۔ اور اس وجہ سے انھیں "شرتی" یعنی روایات یا سنی ہوئی باتیں کہا گیا ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق ان کے تصنیف کا زمانہ عموماً دو سو قبل مسیح سے لے کر بارہ سو قبل مسیح تک مانا جاتا ہے۔

اگر چہ تمام کا تمام ویدک ادب یکساں طور پر مقدس اور شرتی میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مختلف بنیادوں پر انھیں مختلف قسموں میں بانٹا گیا ہے۔ لیکن جو تقسیم ویدک ادب کے مختلف حصّوں کے زمانہ تصنیف اور ان کی موضوعات کی بنیاد پر کی گئی ہے' وہ زیادہ علمی دلچسپی کا باعث ہے۔ اس تقسیم کے مطابق ویدک ادب کا قدیم ترین حصہ "سمہتا" (Samhita) کہلاتا ہے۔ جو قدیم آریائی دیوی دیوتاؤں کے شان میں کہے گئے بھجنوں اور ان سے متعلق گیتوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے بعد جو "ویدک ادب" تصنیف ہوا' وہ برہمن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ برہمنی تصانیف اپنے موضوع کے اعتبار سے زیادہ تر مذہبی رسومات آداب زندگی' یگیہ (قربانی) اور ہون کے قاعدوں اور ضابطوں سے متعلق ہیں۔ اس کے بعد "آرنیکا" عہد شروع ہوتی ہے' جو اپنے موضوع اور مذہبی فکر کے لحاظ سے پہلی دو قسموں سے مختلف ہے۔ اس میں مذہبی اور متصوفانہ رجحانات کی محض ابتدا ہوتی ہے اور اس کے بعد چوتھی نمبر پر "اُپنشد" ادب ہے۔ جس میں متصوفانہ رجحانات اپنے پورے کمال کو پہنچ گئے ہیں اور خوب برگ وبار لائے ہیں۔ اُپنشد کو "ویدانت" بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ویدک ادب کا سب سے آخری حصہ ہے۔ اور اس طرح اُپنشد پر آ کر وید کا انت (خاتمہ) ہو جاتا ہے۔ اس کو "ویدانت" اس لحاظ سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ سمہتا سے برہمنی مت کے ابتدائی افکار کا نکتہ آغاز ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا برہمن تیسرا آرنیکا حصہ تدریجی ارتقاء ہے اور آخر میں برہمنی مت کی فکر اپنے پورے کمال پر اُپنشد میں جلوہ افروز ہے۔ اس طرح فکری ارتقاء کے اعتبار سے بھی اُپنشد ویدوں کا اَنت (آخری نقطہ عروج) کہلائے جانے کے مستحق ہے۔

اُپنشد کے بعد کی تصانیف جو برہمنی مت کی مقدس کتابوں میں شامل ہیں۔ جیسے "رامائن" "مہابھارت" وغیرہ یہ "ویدک ادب" کا حصہ نہیں سمجھی جاتی اس لئے ان کو شرتی (الہامی) ہونے کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ بعد کی یہ تمام مقدس کتابیں سمرتی (رٹ کر یاد کی ہوئی) اور انسانوں کی تصنیف کردہ شمار ہوتی ہیں۔

وید

لفظ وید کا اصل مطلب ''علم'' ہے یعنی اس چیز کو جان لینا جو پہلے معلوم نہ تھی' یہ ہندو مت کا بنیادی مقدس صحیفہ ہے۔ ایک روایت ہے کہ ''وید'' پہلے ایک کتاب تھی لیکن ویاس نے اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ان کو ''رِگ وید'' ''یجر وید'' ''سام وید'' اور ''اتھر دوید'' کے نام دیئے۔

(۱) رِگ وید

رِگ وید کو سب سے پرانا خیال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ پرانوں کی رو سے سب سے پہلے یجر وید تھا۔ اس کو توڑ پھوڑ کر چار وید بنائے گئے ہیں۔ اس وید کے دس ہزار منتر ہیں جو ۱۰۱۷ یا ۱۰۲۸ سوکتو اور دس منڈلوں میں منقسم ہیں۔ یہ منظوم ہے اور اس میں خداؤں کی تعریف کی گئی ہے اور بہت سی دعائیں درج ہیں جو دیوی' دیوتاؤں کے ناموں سے مانگی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تاریخ تصنیف یا مصنف کا نام بتانا مشکل ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے تحریر کرنے والے بہت سے لوگ ہیں۔

رگ وید کو البیرونی کے مطابق رگ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ایسے وزن میں ہے۔ جس کو رگ کہا جاتا ہے جس کے ارکان غیر مساوی ہیں' چونکہ یہ پورا کا پورا رگ وزن میں ہے' اس لئے اس کا نام رگ وید رکھا گیا ہے۔ اسے تین طرح پڑھا جاتا ہے۔ اس کی ایک قرأت تو سیدھی سادی ہے۔ جس طرح عام کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کی قرأت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر لفظ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اور تیسرا طریقہ جو سب سے افضل مانا گیا ہے جو کہ بہت باعث ثواب و برکت خیال کیا جاتا ہے' یہ ہے کہ سب سے پہلے ایک چھوٹا سا ٹکڑا پڑھا جائے اس طرح کہ ہر لفظ صحیح طرح سے ادا ہو' پھر اس جملے کو اس طرح دہرایا جائے کہ اس کے ساتھ آگے کے بغیر پڑھا ہوا جملہ بھی ملا لیا جائے' اس کے بعد ملائے گئے جملے کو تنہا پڑھا جائے اور پھر اس جملے کو دہرایا جائے اور آگے کا ایک اور جملہ اس میں شامل کر لیا جائے اور اسی طرح خاتمے تک پڑھا جائے تاکہ ختم ہونے تک دو پڑھائیاں ہو جائیں۔ مناجات اور دعاؤں کے علاوہ آگ کی قربانیوں کے احکامات بھی اس میں درج ہیں۔

(۲) یجر وید

یجر وید ''کانڈن'' قسم کی نظم ہے۔ یہ ایک مشتق لفظ ہے' جس کے معنی کانڈن کا مجموعہ ہے۔ یجر وید اور رگ وید کے درمیان یہ فرق ہے کہ اسے روانی کے ساتھ سدھی کے اصولوں کے مطابق پڑھنا ممکن ہے۔ جبکہ رگ وید کو اس طرح پڑھنے کی اجازت نہیں۔ آگ اور قربانی کے اعمال رگ وید کی طرح اس میں بھی بیان کیے گئے ہیں' بلکہ یجر کے معنی قربانی کے ہیں۔ اس میں رگ وید کی تلاوت وغیرہ کے احکام اور قربانی سے متعلق دعائیں اور منتر درج ہیں۔ یہ کل چالیس ابواب پر مشتمل ہے۔

(۳) سام وید

یہ پندرہ کتابوں اور بیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں 175 اشلوکوں کے سوا سب کچھ رگ وید سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس وید میں زیادہ تر رسوم اور اس کی تیاری کی دعائیں مذکور ہیں۔ سام کے معنی ترنم کے ہیں۔ اس لئے سام بمعنی مترنم وید ہے۔ اس کو گانے یا بھجنوں کے انداز میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس وید میں امر اور نواہی کے احکامات بھی درج ہیں۔

(۴) اتھر وید

اتھر وید یعنی ''رشی اتھرو کی طرف سے دیا جانے والا علم'' یہ دیوتاؤں کے لیے کی جانے والی مقبول عبادتوں میں استعمال کی جانیوالی رسومات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ برائی کو بھگانے کے لیے سحر اور جادو ٹونے ٹوٹکے اور علاج معالجے کے بیانات بھی ہیں۔ پروفیسر میکڈونلڈ کے مطابق یہ عہد کہن کے تصورات کا مظہر ہے۔

اس میں کل چھ ہزار منتر ہیں جو ۷۲۰ دھیاؤں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ اس میں تقریباً ایک ہزار دو سو منتر ''رگ وید'' سے ماخوذ ہیں۔ یہ نصف کے قریب نثر میں ہے۔ لیکن اس کے بقیہ منظوم حصہ کی نظم دونوں ویدوں کی نظم سے مختلف ہے۔ یہ جس ادبی ہیئت میں ہے اس قسم کی نظم کو بھار کہتے ہیں یہ ناک سے آواز نکالنے کے سے انداز میں پڑھی جاتی ہے۔ دوسرے ویدوں کے مقابلے میں اس کی طرف ہندوؤں کی توجہ کم ہے۔

ویدکا زمانہ تصنیف

ویدوں کے زمانہ تصنیف وتدوین کا تعین مشکل ہے۔ محققین کے مابین اس کے تعین میں کافی اختلافات ہیں۔ مسٹر بال گنگا تلک ان کی تصنیف کا زمانہ چار ہزار سال قبل مسیح اور مسٹر ہاگ (Haug) دو ہزار چار سو قبل مسیح بتاتے ہیں۔ جبکہ سنسکرت زبان کا مشہور عالم اور محقق پروفیسر میکس ملر (Max Muller) اس کی تصنیف کا زمانہ زیادہ سے زیادہ بارہ سو قبل مسیح قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس سے بڑا گنجلک معاملہ وید کی ضبط تحریر میں لانے کا ہے۔ کیونکہ وید سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے چلے آ رہے تھے حتٰی کہ البیرونی کے زمانہ میں بھی یہ صفحہ قرطاس پر منتقل نہیں ہوئے تھے۔ برہمن ویدوں کو ضبط تحریر میں لانے کی اجازت نہیں دیتے تھے کیونکہ ان کی قرأت ایک خاص لحن کے ساتھ کی جاتی تھی اور تحریر میں لحن کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ البیرونی لکھتا ہے کہ ہمارے زمانہ سے کچھ عرصہ قبل یعنی دسویں عیسوی میں کشمیر کے ایک ممتاز برہمن ''واسکرا'' نے ویدوں کو تحریر میں لانے اور ان کی تفسیر قلم بند کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ مگر واسکرا کا نسخہ بھی تا حال دستیاب نہیں ہے اور اس امر کے متعلق یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ویدوں کا سب سے پرانا نسخہ کونسا اور کہاں ہے۔ تاہم دور حاضر میں میکس ملر پہلا شخص ہے جس نے سخت جانکاہ محنت کے بعد ویدوں کے حافظ پنڈتوں سے سن کر ویدوں کو صفحہ قرطاس پر منتقل کیا اور عام لوگوں تک پہنچایا' ورنہ عام لوگوں کے لیے اس کا پڑھنا تو دور کی بات ہے سننا تک جائز نہ تھا۔

ویدوں کی تعلیمات

اتھر وید سے قطع نظر اگر پہلے تین ویدوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہندومت کی مذہبی تصور کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں دیوی' دیوتاؤں کو مافوق الفطرت معبود ہستیوں کے طور پر مذہبی جذبے کا مقصود مانا گیا ہے۔ مذہبی عقیدت کے اظہار کے لیے بھجنوں کے علاوہ ایک ذریعہ قربانی یا یگیہ (یاجنا) کا طریقہ ہے۔ جس میں مختلف اجناس' گھی' سوم رس اور کبھی کبھی جانوروں کی نذر مخصوص رسومات کے ساتھ دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ خدا کا تصور کافی دھندلایا ہوا ہے۔ اگرچہ بعض ترجموں میں وحدانیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ مثلاً ''خالق نے سورج اور چاند کو مثل سابق خلقتوں کے رچا (رگ وید۔۱۰۔۱۹۔۳)'' ''اس دنیا کے مالک نرواکے لیے تعریف ہے (رگ وید ۵۔۸۱۔۱)'' پرماتما سب جا (مخلوق)

کو بناتا ہے (اتھرو وید ۷۔۱۹۔۱) ''خدا درحقیقت بہت بڑا ہے۔ (اتھرو وید ۲۰۔۵۸۔۳) ''اس پرمیشور کی کوئی مورتی نہیں بن سکتی (یجر وید ۳۲/۳) '' دنیا کا خالق مشرق مغرب اوپر نیچے ہر جگہ موجود ہے۔ (رگ وید ۱۰۔۳۶۔۱۴) 'لیکن ہندوؤں میں ''برہما'' ۔ ''شو'' اور ''وشنو'' تین خدا مانے جاتے ہیں۔ اگرچہ بعض مبلغین ہندومت آج کل ان کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ تینوں مستقل خدا نہیں بلکہ خدا کی تین صفتوں کے مظہر ہیں۔ جبکہ مسٹر گوونداس کے مطابق برہما' شو اور وشنو کے نام ویدوں میں کیا بلکہ رامائن اور مہا بھارت میں بھی کہیں نہیں ملتے۔ ویدوں میں ان کی جگہ ورن' اندرا اور اگن کے نام آتے ہیں' جواب بھلائے جاچکے ہیں اس طرح مختلف ویدوں میں سانپوں کی پرستش' بانجھ گائے کے بالوں اور کھروں کو سجدہ اور دیگر بے شمار احکامات ہیں۔ ویدوں میں حیوانات کو انتہائی مقدس قرار دیا گیا ہے۔ خاص کر گائے کے گوبر کو نچوڑ کر غسل کرنے اور اس کے پیشاب کو روحانی بالیدگی کے لیے پینا بہت اہم قرار دیا گیا ہے۔ تاہم ہندوؤں کے بعض فرقے گائے کے تقدس کے قائل نہیں بلکہ وہ اس کی گوشت تک کھاتے ہیں۔

ویدوں کی تعلیمات مخالف مذہب والوں کے لیے انتہائی متشددانہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب مخالف کو زندہ جلا دو۔ دشمنوں کی کھیتیاں اجاڑ دو۔ انھیں بھوکا پیاسا رکھ کر ہلاک کرو بلکہ ہر جائز اور ناجائز طریقے سے دشمن کو ختم کرو۔

عورتوں کے متعلق بھی وید کا رویہ کافی سخت ہے۔ اور اس کے بیشتر حقوق انسانی سلب کر دیئے گئے ہیں۔ ان کا زور عورت کے حقوق پر نہیں بلکہ فرائض پر بہت زیادہ ہے' جبکہ اس کے مقابلے میں مردوں کے حقوق نہایت احتیاط کے ساتھ تمام معاملات میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔

ویدوں کے متعلق ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہوسکتا ہے۔ کہ کسی زمانے میں ہندوستان میں بھی خدا کی طرف سے آسمانی ہدایت کی مقدس قندیل نازل ہوئی ہوگی۔ لیکن وہ روشنی حوادث ارض وسماوی یا انسانی تحریفات سے محفوظ نہ رہ سکی۔ اور جس چیز کو آج آسمانی روشنی کہہ کر پیش کیا جاتا ہے' وہ اس دعوے کی تکذیب کی خود زندہ شہادت ہے۔

اُپنشد:

یہ ویدوں کا آخری اور چوتھا حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ اُپنشد کے لفظی معنی ''کسی کے پاس

باادب بیٹھنا" کے ہیں۔ شنکراچاریہ کے مطابق اس کے اصطلاحی معنی ہیں۔" برہمہ گیان" حاصل کر کے جہالت کا ازالہ کرنا ہے۔ آسان الفاظ میں اُپنشد سے مراد قربی نشست یا راز و نیاز کی "باتیں" مراد لیے جاتے ہیں۔

اُپنشدوں کی تعداد عموماً ایک سو آٹھ بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے شری شنکراچاریہ کی رائے میں گیارہ اُپنشد اہم ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ان کی شرح لکھی ہے۔ اور "برہم سوتر" کی شرح میں چار مزید اُپنشد کو اہم قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے تین مزید اُپنشد شامل کر کے کل اٹھارہ اُپنشد کو اہم قرار دے کر ان کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے۔

شہزادہ دارا شکوہ' جو کہ حضرت ملا شاہ خلیفہ حضرت میاں میرؒ کے مرید تھے انہوں نے ۱۶۵۶ء میں باوَن اُپنشدوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کا لاطینی ترجمہ ۱۸۰۱ء میں شائع ہوا۔ شیلنگ اور شوپن ہاور نے اسی ترجمے سے استفادہ کیا تھا اور ۱۸۰۸ء اس کا ترجمہ جرمنی زبان میں شائع ہوا۔ اسی فارسی ترجمے کا ہندی ترجمہ ۲۰ے۱ء میں شائع ہوا تھا اور ۱۸۶۱ء میں اسی کا اردو میں ترجمہ ہوا۔

اُپنشدوں کے مستند ہونے اور ان کے زمانہ تصنیف کے بارے میں کافی خلجان ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمام کی تمام اُپنشد عہد قدیم کی تصانیف نہیں بلکہ ان میں بعض تو چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی کی تصانیف ہیں۔ جن میں ایک اُپنشد کا نام "اللہ اُپنشد" ہے۔ جو اکبر کے عہد حکومت میں تصنیف کیا گیا تھا۔ جبکہ زیادہ تر اُپنشدوں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا زمانہ تصنیف آٹھویں صدی قبل مسیح ہے۔

ہندو تصوف کی بنیاد اُپنشدوں کی فلسفہ پر ہے۔ ویدانت کا فلسفہ دراصل اُپنشدوں کی تعلیمات کی تفسیر ہے۔ ویدانت کی رو سے کمال زندگی ایک ایسی نیند کی سی حالت ہے۔ جس میں خواب تک نہ آئے۔ جسے ابدی سرور حاصل ہو جائے۔ اسے کسی قسم کا خوف نہیں رہتا......

اس کی بنیاد اس عقیدہ پر ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہے۔ سب برہما سے نکلا ہے اور برہما ہی میں واپس چلا جائے گا' نجات یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو پہچان لے۔ معرفت نفس فی ذاتہ مکتی ہے۔ اس سے انسان برہما کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔ نجات کا مدار اعمال پر نہیں بلکہ معرفت پر ہے۔ اس سے ملتا جلتا تصور تصوف مسلم وجودی صوفیاء کا ہے۔ کیونکہ وحدت الوجود کے تصوف کا منتہائے نظر یہ ہے کہ انسان مکان اور زمان کی جکڑ بندیوں سے زیادہ آزاد ہو جائے تا کہ اس

کی ہستی کا واہمہ کٹ کر برہما (یا ذات واجب الوجود) میں سے پھر جا ملے۔ اس لئے مسلمان صوفیاء کرام بھی اپنشدوں کے مطالعہ سے خاص شغف رکھتے ہیں اور دارا شکوہ کا ترجمہ بھی اسی کا مظہر ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس میں بہت سے ابہامات ہیں جس کا اعتراف خود ہندو مصنفین بھی کرتے ہیں۔

سمرتی ادب

''اُپنشد'' کے ساتھ ہی ''ویدک ادب'' کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جس کو ہندو مذہب میں الہامی ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ اس کے بعد جو تصانیف ہیں وہ سمرتی کہلاتی ہیں۔ (یعنی رٹ کر یاد کی ہوئی) ان کتب کو انسانوں کا تصنیف کردہ سمجھا جاتا ہے اور اس کو تقدس میں وہ درجہ حاصل نہیں جو ویدک ادب کے لیے مخصوص ہے۔ سمرتی ادب میں کئی کتب شامل ہیں۔ ہندوؤں کے عام فلسفہ کے متعلق کتب شاستر ہیں۔ اس کے بعد ''پران'' ہیں۔ کسی زمانے میں چار ''پران'' مروج تھے۔ اب ان کی تعداد ساٹھ تک جا پہنچی ہے۔ اس کے علاوہ رامائن اور مہابھارت بھی بڑی مقدس کتابیں سمجھی جاتی ہیں' لیکن ان میں منوسمرتی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ تقریباً ۱۴سو برس سے اس کے احکام ہندو قوموں اور سلطنتوں میں مروج رہی ہیں اور آج بھی ان کو Hinndu Law کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے مصنّف کی شخصیت بڑی حد تک تاریکی میں ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ۱۰۰ء سے ۵۰۰ء تک کسی زمانہ میں مدون ہوئی ہے۔ اور غالباً چالوکیہ خاندان کے کسی راجہ نے اس کو اپنی سلطنت کا دستور العمل بنانے کے لیے لکھوایا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ آریہ قوم کے اس عہد کی تصنیف ہے' جب اس کا نظام تمدن زیادہ ترقی کر چکا تھا۔ سلطنتوں کے معاملات کی تنظیم کے لیے باقاعدہ مرتب کئے ہوئے دساتیر عمل کی ضرورت پیدا ہوگئی تھی۔ اس مقصد کے لیے منو کے علاوہ اور بھی بہت سی سمرتیاں لکھیں گئیں' مگر ان سب پر منوسمرتی کو ترجیح حاصل ہے اور عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ''جو کچھ منو کہتا ہے وہی صحیح ہے'' اس لئے ہندو مذہب کے قوانین معلوم کرنے کے لیے یہ بہتر ذریعہ سمجھی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ مجموعہ ایک ایسے زمانے میں مرتب ہوا جب کہ ہندوستان میں آریہ قوم کی باقاعدہ سلطنتیں قائم ہو چکی تھیں۔ تہذیب و تمدن کی ترقی نے اس کو اپنے معاملات کے اجرا میں ایک مخصوص ضابطہ کی پابندی کرنا سکھا دیا تھا۔ اس لیے اس میں جنگ کے تمام پہلوؤں کے

متعلق احکام وقوانین ملتے ہیں۔

بھگود گیتا

کلاسیکی ہندومت پر غالباً آخری بیان ہندوستانی ثقافت اور مذہب کی رزمیہ نظم بھگود گیتا ہے۔ یہ نظم ہندومت کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو یونانیوں اور ہیلینیائی ثقافت کے لیے ہومری رزمیہ نظمیں، ہومری نظموں کی طرح بھگود گیتا ایک عظیم جنگ کا منظر پیش کرتی ہے۔ یہ عظیم بہادروں اور دیوتاؤں کی جنگوں کی کہانیاں بیان کرتی ہے اور ثقافت کے بنیادی فلسفے پر مشتمل ہے۔

تاریخ ہند کا مشہور واقعہ ہے کہ جب ہندوستان میں قدیم آریہ تہذیب پورے عروج پر تھی تو ہستناپور کے شاہی خاندان میں دولت واقتدار کی خواہش نے پھوٹ ڈال دی۔ کورو اور پانڈوں دو مقابل فریق بن گئے۔ دونوں کی تائید میں ہندوستان کے بڑے بڑے امراء اور سردار کھڑے ہو گئے۔ ابتدا میں سمجھوتے کی کوششیں کی گئیں مگر یہ کوششیں ناکام ہو گئیں۔ آخر دونوں فریق میدان جنگ میں ایک دوسرے کے مدمقابل صف آرا ہو گئے' کرشن جی اس جنگ میں پانڈوں کے حامی تھے پانڈوں کا سردار اَرجن ان کا چیلا تھا۔ اس کی فوج کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لیے کرشن جی نے خود اس کے رتھ کی باگیں اپنے ہاتھ میں لے لی تھیں۔ جب میدان کارزار میں دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوئیں اور ارجن نے اپنے آنکھوں سے اپنے دوستوں' عزیزوں اور بھائیوں کو آمادہ قتال دیکھا تو اس کا دل ٹوٹنے لگا۔ اس نے محبت کے لطیف جذبات سے متاثر ہو کر ارادہ کیا کہ جنگ سے پھر جائے۔ اس پر کرشن جی نے اس کو ایک طویل اُپدیش دیا کہ اُسے جنگ میں جانے سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ کشتریہ طبقے کا فرد ہے اور یُدھ کرنا اور مارنا اُس کا فرض (دھرم) ہے۔ اگر ارجن کا تعلق کسی اور مثلاً برہمن طبقہ سے ہوتا تو وہ میدان جنگ کو مسترد کرنے کا جواز پیش کر سکتا تھا۔ تاہم جنگ کشتریہ کا دھرم ہے اور ارجن کے لیے اس فرض کی ادائیگی ضروری تھی۔ یہی اپدیش بھگود گیتا ہے۔

آج کے ہندو مذہب میں بھگود گیتا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک یہ گنگا جل سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اس کے علاوہ اس کی ایک اور خاص وجہ یہ ہے کہ یہ سری کرشن جیسے ممتاز مذہبی پیشوا کی طرف منسوب ہے۔ لیکن ڈاکٹر داس گیتا اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کی

تحقیق کے مطابق گیتا کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ ان میں بہت کچھ اُپنشد سے مستعار لیا گیا ہے۔اس طرح اس کے مصنف کے متعلق بھی یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں برہم سوتر کا حوالہ موجود ہے۔اور برہم سوتر دوسری صدی ق۔م کے بعد کی تصنیف ہے۔بھگود گیتا دراصل Ekanti Vaisnaras کی تصنیف ہے۔اس تحقیق کی رو سے پھر سری کرشن کی طرف اس کا انتساب صحیح نہیں رہتا۔

گیتا میں عمل اور حرکت کی تعلیم دی گئی ہے۔یہ اس جمود و تعطل کا ردِ عمل ہے جو یوگ اور ویدانت کے ہندی تصوف کی رو سے ہندو قوم کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اب ہندو قوم اپنی نشاۃ ثانیہ کے لیے سری کرشن مہاراج کو اپنی زندگی کا نمونہ قرار دے رہی ہے۔گیتا کی تعلیم عام ہو رہی ہے اور دیگر کتب مقدسہ حتیٰ کہ وید بھی پس پشت ڈالے جا رہے ہیں۔

محققین کا خیال ہے کہ آج بھگود گیتا اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں ہے' اس میں کافی حد تک تحریف ہو چکی ہے۔اس کتاب میں ایسے عقائد کا ذکر ہے جو وحدانیت' اور ہمہ اوستی کے نظریات کا ملغوبہ ہیں۔گیتا نے مادہ اور روح دونوں کو غیر فانی قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان دونوں کا تعلق خدا کی ذات سے ہے۔مادہ اور روح میں صرف اتنا فرق ہے کہ فنا نہ ہونے کے باوجود مادہ عوارضات کے طور پر تغیر و تبدّل ہوتا رہتا ہے لیکن روح میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اور نہ وہ مادہ کے تغیرات سے متاثر ہوتی ہے۔

اس میں بیان کیا گیا ہے کہ جاندار ہستی کبھی پیدا نہیں ہوتی نہ وہ کبھی مرتی ہے۔وہ دائمی اور لافانی ہے اور اس عارضی مادی جسم کے فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ زندہ رہتی ہے۔مافوق الفطرت آسمانی ذات کے علاوہ بھگود گیتا نے دنیا میں زندگی گزارنے کی تعلیم بھی دی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ گیتا نے بہر حال رہبانیت کی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے بلکہ معاشرتی زندگی کو پسند کیا ہے۔اگر چہ یہ کھول کر نہیں کہا گیا ہے کہ ترک دنیا بری چیز ہے مگر برہمنوں کی مذہبی رسوم کی مذمت کی گئی ہے اور قربانی کے ترک کر دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔جبکہ حیات بعد الموت کا تصور بھی اس میں نظر آتا ہے۔

بھگود گیتا اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے۔جن کو تین حصوّں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر حصہ چھ ابواب پر مشتمل ہے۔

ہندوؤں کے دیوتا

اصنام پرستی ہندو مت کی نمایاں پہچان ہے۔ ہندوؤں میں خاص کر تین دیوتا برہما، وشنو اور شیوا بہت بڑے دیوتا شمار ہوتے ہیں۔ ان تینوں دیوتاؤں کو اکٹھا "تری مورتی" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک دیوی ماں بھی مخصوص اہمیت کی حامل ہے۔ یہ سب ہندو مت کے عظیم ترین دیوتا ہیں اور ان میں ہر ایک کے نام پر ہندو مذہب میں مختلف فرقے بن گئے ہیں جن کی ابیاری مختلف کتب نے کی ہے۔

تری مورتی کو ہندو دھرم کا عقیدہ تثلیث بھی کہا جاتا ہے اس عقیدے کے مطابق ہندو دھرم میں تین بڑے خدا مقرر کیے گئے ہیں۔ ان میں پہلے نمبر پر برہما دوسرے نمبر پر وشنو اور تیسرے نمبر پر شیوا ہیں۔ جن کے ماتحت بے شمار دیوتا اور دیویاں مقرر کی گئیں ہیں۔

تری مورتی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ برہما، وشنو اور شیوا ہندوؤں کے سب سے بڑے دیوتا تھے۔ لیکن ان کی حیثیت متعین کرنا مشکل کام تھا۔ کیونکہ ہر دیوتا کا پجاری اپنے دیوتا کی برتری اور فوقیت پر مصر تھا۔ جس کا صرف ایک ہی حل تھا کہ تینوں کو مساوی درجہ دے دیا جائے۔ اس لئے ان تینوں دیوتاؤں کو متحد کر کے ایک دیوتا کر دیا گیا جس کی تین صورتیں ہیں، بحیثیت خالق، تخلیق کرنے والا وہ برہما ہے۔ بحیثیت پروردگار یعنی بقاء کا خدا وشنو ہے اور بحیثیت قہار وہ شیوا ہے۔ اس کا مجسمہ اس طرح بنایا جاتا ہے کہ ایک ہی انسانی جسم پر تین سر لگا دیئے جاتے ہیں اور اس طرح کے بت تری مورتی کہلاتا ہے۔ اور اس کو ہندو دھرم کی اساس سمجھا جاتا ہے تاہم آج کل برہما کی حیثیت بقیہ دونوں دیوتاؤں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے اور تری مورتی میں ان کی تصویر محض گنتی کے لیے رہ گیا ہے۔ عوام کی عقیدت اور توجہ کے اصل مرکز اور مذہبی عظمت کے حقیقی حقدار وشنو اور شیوا ہی مذہبی افق پر زندہ و تابندہ ہیں۔

ایک ہندو اگرچہ تمام دیوتاؤں کو قابل تعظیم مانتا ہے۔ ان کے حضور نذر و نیاز بھی پیش کرتا ہے، لیکن ہر فرقہ اپنے منتخب دیوتا کو ہی معبود حقیقی کے درجے پر فائز سمجھتا ہے اور دیگر دیوی دیوتا اس معبود حقیقی کے مختلف روپ سمجھے جاتے ہیں۔

(i) برہما

ہندو مت میں اسے دیوتا خالق کائنات کے طور پر مانا جاتا ہے تری مورتی میں اس کا

پہلا درجہ ہے۔ اگرچہ بطور خالق کائنات اس کا بہت زیادہ احترام کیا جاتا ہے لیکن اس کی پرستش بہت کم ہوتی ہے۔ تمام ہندوستان میں چند مندر ہی ان کے نام پر بنے ہیں، جب اس کو ہندوستانی آرٹ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تو اسے چار باریش چہروں اور چار ہاتھوں کے ساتھ سرخ رنگ میں دکھایا جاتا ہے۔ جن میں سے ایک ہاتھ میں چمچہ، دوسرے میں لوٹا (قربانی کا سامان) تیسرے میں تسبیح اور چوتھے میں وید ہوتا ہے۔ اس کی سواری نہیں ہے۔ یہ میرد پربت پر اپنی بیوی سرسوتی کے ساتھ رہتا ہے جو فنون لطیفہ کی دیوی ہے اور مور پر سوار ہوتی ہے۔

برہما دیوتا چونکہ سب سے بڑا دیوتا تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ لفظ برہمن اسی نام کے نسبت اخذ کیا گیا ہے اس لئے بعض اوقات اس کی تصویر ہندو ہمالیہ کی چوٹی پر ایک سادھو کی شکل میں بناتے ہیں جس کی لٹو سے پانی بہہ رہا ہے۔ سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا ہے اور وہ گیان دھیان میں محو ہے۔ دریائے برہم پتر اس کے نام سے منسوب ہے۔ برما کا ملک بھی اسی نسبت کو ظاہر کرتا ہے۔ بعض مسلمان محققین برہما کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے دیکھتے ہیں کیونکہ انجیل مقدس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ابراہیمؑ ابرام اور ابراہم درج ہے جو عربی میں ابراہیمؑ ہو گیا۔

(ii) شیوا

یہ ہندوستان کے قدیم ترین دیوتاؤں میں سے ایک ہے۔ ہندوؤں کا کوئی دیوتا باہم متضاد صفات کا حامل اور مختلف النوع احوال کا تابع ہونے میں شیوا کا مقابلہ نہیں کر سکتا ایک طرف وہ ہندو تری مورتی میں کائنات کی فنا اور بربادی کے ذمہ دار دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے، اس صورت میں وہ انسانی کھوپڑیوں کی مالائیں اور سانپوں کو گلے میں ڈالے، راتوں کو شمشان گھاٹ میں عفریتوں اور عجیب الخلقت مخلوقات کی فوج کے ساتھ گھومتا ہے اور ان کا سردار مانا جاتا ہے۔ جو نافرمانوں سے سخت ترین انتقام لیتا ہے۔ تو دوسری طرف اس کو پاکیزگی، تقدس اور ذاتی حسن و جمال کا دیوتا بھی مانا جاتا ہے۔ اور اسے کافی نرم مزاج دیوتا سمجھا جاتا ہے جس کو خوش کرنے کے لیے محض تلسی کی پتیوں کا نذرانہ کافی ہے۔

شیوا کی شخصیت کے تصور میں تنوع اور اس کی مختلف الجہات شخصیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ہندو مت میں شیوا کی آٹھ صورتیں مستند مانی جاتی ہیں اور ان آٹھ مختلف

صورتوں میں وہ مختلف اوقات یا مختلف حلقوں میں پوجا جاتا ہے۔تاہم شیوا کی سب سے عام علامت ترشول ہے۔اکثر اوقات جوگی ترشول اٹھائے ہوئے یا اپنے چہروں پر ترشول کی تصویر کشی کیئے ہوئے نظر آئیں گے۔

ہندو شیوا کا مسکن کیلاش پربت مانتے ہیں۔اس کی طاقت کا مظہر سانڈ ہے جسے ہندو نندی بھی کہتے ہیں اور اس کی صورت ''شیوا'' کے ہر مندر کے سامنے بنائی جاتی ہے اس کے علاوہ ''شیوا'' کی قوت و طاقت کا اظہار مردانہ اور زنانہ اعضائے تناسل (جنھیں ''لنگ'' اور ''یونی'' کہا جاتا ہے) بنا کر ان کی پوجا بھی کی جاتی ہے۔اس سے شیوا کی تولیدی اور تخلیقی قوت کا اظہار ہوتا ہے۔

شیوا کی بیوی پاربتی ہمالیہ کی بیٹی ہے اور تمام دیویوں کی ماں ہے اس کے بھی کئی جلالی اور جمالی روپ ہیں۔خاص کر کالی کی حیثیت سے وہ وباؤں' زلزلوں' طوفانوں اور سیلابوں کی دیوی ہے۔اس روپ میں اس کے ہاتھ میں کٹا ہوا انسانی سر اور گلے میں انسانی کھوپڑیوں کی مالا ہوتی ہے جبکہ پاربتی کی حیثیت سے وہ ایک حسین عورت اور رحمدل ماں ہے۔

شیوا کی اولاد میں اس کا ایک بیٹا کارشکیے ہے۔جسے دیوتاؤں کی فوج کا کمانڈر سمجھا جاتا ہے' جبکہ دوسرا بیٹا گنیش ہے جو بہت مشہور ہے اور عقل و فن کا دیوتا ہے اس کی صورت اس طرح بنائی جاتی ہے کہ جسم تو انسان کا اور سر ہاتھی کا ہوتا ہے وہ ایک چوہے پر سوار ہوتا ہے۔اس کی بیوی لکشمی ہے۔گینش اور لکشمی ہندوؤں کے محبوب دیوتاؤں میں ہیں۔

شیوا کے بے شمار فرقے ہیں ان میں پسوتپار' سیوا سدھانت' ہنارا' اور لنگائت خاص کر قابل ذکر ہیں۔

وشنو

بعد از کلاسیکی دور کی ہندو تری مورتی کا یہ تیسرا دیوتا ہے۔ہندو دھرم کے مطابق یہ سب سے بڑا خدا ہے۔ویدوں کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ وشنو ''سورج'' دیوتا ہے۔کیونکہ وشنو رحم کا دیوتا تصور کیا جاتا ہے اور اس کی کئی ناموں سے پوجا کی جاتی ہے۔چونکہ یہ جنگ کے خلاف ہے اس لئے اس کے حضور جانوروں کی قربانی نہیں دی جاتی بلکہ پھولوں کے ہار پیش کیے جاتے ہیں۔

وشنومت ہندوؤں کا غالب ترین فرقہ ہے۔ مہابھارت اور بھگود گیتا میں اس کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اس کی رحم اور محبت کے علاوہ ذات پات کی جکڑ بندیوں سے مبرا تعلیمات ہیں، جس کی وجہ سے ذات پات کی گرفت بہت ڈھیلی کر دی گئی ہے۔ انہوں نے اعلیٰ ترین روحانی مدارج کو برہمی مت کی طرح صرف سماج کے اعلیٰ طبقوں تک محدود نہ رکھتے ہوئے عوام الناس بلکہ عورتوں غلاموں، شودروں اور اچھوتوں کے لیے ممکن الحصول قرار دیا ہے۔ ہندوستان میں ہندوؤں میں انسانی مساوات کی جتنی تحریکیں چلائی گئی ہیں یا اب موجود ہیں انھیں وشنو دیوتا کی تائید اور حمایت حاصل ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے تبلیغ کے لیے مقامی زبانوں کو استعمال کرنا شروع کیا۔ حالانکہ ہندو دوسری زبانوں کی مذہبی معاملات میں دخل اندازی حرام سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ہندومت کو ایک قومی مذہب کی بجائے ایک تبلیغی مذہب بنایا ہے اور تبلیغی مقاصد کے لیے بھگود گیتا کے بے شمار تراجم اور تفاسیر مختلف زبانوں میں شائع کرائی جاتی ہیں۔

رحم کے دیوتا ہونے کے ناطے ہندوؤں کے اخلاق پر اس کے بہت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ تمام مخلوق سے محبت کا درس انہوں نے وشنو سے لیا ہے اس لئے اس کے حلقہ اثر میں بہت سے دیوتا شامل کر لیے گئے ہیں۔ مقامی دیوتا اور ہیرو حتیٰ کہ گوتم کو بھی وشنو کے حلقہ اثر میں داخل کر لیا گیا ہے اور ان سب کو وشنو کا اوتار کہا جاتا ہے۔ ان اوتاروں کی تعداد دس بتلائی جاتی ہے۔ جن میں نرسنگھ، رام چندر اور کرشن کافی مشہور ہیں۔ جن کی ہندوؤں میں بڑی عزت ہے۔

ہندوؤں کے مطابق وشنو نو صورتوں میں زمین پر ظاہر ہو چکا ہے اور دسویں بار کلکی اوتار کے صورت میں آئے گا اب ہندو دیگر الہامی مذاہب کی طرح دسویں اوتار کی آمد کے منتظر ہیں۔ جس کے سبب یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا ہندومت کسی الہامی مذہب کی مسخ شدہ صورت ہے؟ کیا ویدوں میں الہامی کلام موجود ہے یا یہ کسی پیغمبر کی امت ہے جس نے اپنا پیغمبر گم کر دیا ہے۔ کیونکہ اگر ایک طرف قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ "خدا نے اگلی امتوں میں برابر رسول بھیجے۔" (سورہ الحجر آیت۔۱۰) تو دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ جملہ انبیاء کرامؑ نے آپ کی آمد کی تشریف آوری کی بشارتیں اپنی اُمتوں کو دی ہیں۔

ہندوؤں کا پیغمبر کون ہو سکتا ہے؟

بعض علمائے کرام جن میں شمس نوید عثمانی صاحب خاص کر قابل ذکر ہیں کے خیال میں ہندو حضرت نوحؑ کی قوم ہے۔ ان کے مطابق ویدک دھرم دنیا کے تمام مذاہب میں متفقہ طور پر سب سے پرانا مذہب ہے اور حضرت نوح علیہ السلام دنیا کے سب سے پہلے صاحب شریعت رسول تھے۔ اس سلسلے میں فرانسیسی محقق اے۔ جی اے ڈیوبائیس (A.J. A.Dubdis) کی کتاب (Hindu Manner's customs & Cermonies) سے حوالہ دیتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں...... مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جس سے ہندوؤں کو بہت عقیدت ہے۔ جسے وہ مہانو وو Mahanuvu کے نام سے جانتے ہیں سیلاب کی تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ نکلی جس میں سات مشہور رشی سوار تھے...... مہانو وو دو الفاظ کا مرکب ہے۔ مہا کے معنی عظیم اور نو وو بلاشک وشبہ حضرت نوح علیہ السلام ہی ہیں۔ علاوہ ازیں تمام مشرک اقوام میں کسی نے طوفان نوحؑ کو اتنی تفصیل سے بیان نہیں کیا ہے۔ جتنا ہندوؤں کی کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے' خاص کر حضرت نوحؑ اور سیلاب نوحؑ کے واقعات بہت تفصیل کے ساتھ ستو پد براہمن' بھوشیہ پران اور متسیہ پران میں بیان ہوئے ہیں۔

اگرچہ منو کا لفظ بہت سی مذہبی شخصیات کے لیے استعمال ہوا ہے۔ لیکن ویدوں اور دیگر ہندو مذہبی کتب میں سب سے زیادہ تفصیل سے جس منو کا تذکرہ ہوا ہے وہ حضرت نوحؑ ہی ہیں۔ ویدوں میں اس کا نام ۷۵ مقامات پر آیا ہے۔

انگریز مفسر مسٹر گرفتھ وید کے ایک منتر میں آنے والے لفظ منو کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "منو (نوحؑ) لاجواب شخصیت اور انسانوں کے نمائندے تھے۔ تمام نسل انسانی کے باپ (سیلاب کے بعد آدم ثانی کی حیثیت سے) اور پہلی شریعت کے شروع کرنے والے تھے۔

مارکنڈیہ پران اور بھاگوت میں اس کا واضح بیان ہے کہ طوفان نوحؑ میں تمام نسل انسانی ختم ہو گئی' سوائے سات مشہور عبادت گزار رشیوں کے جو ایک کشتی میں سوار تھے۔ اس کشتی کو وشنو چلا رہا تھا۔ ایک اور عظیم شخصیت جو بچ جانے والوں میں سے تھی وہ منو کی تھی۔

اکثر اقوام کا اپنے انبیاء سے تعلق کا ایک مظہر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ان کے زمانے سے اپنا

سال سن شمار کرتے ہیں' جیسے مسلمان اپنا سن ہجری ہجرت نبویؐ سے شمار کرتے ہیں۔ عیسائی اپنا سال حضرت عیسیٰؑ سے شروع کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندو قوم اپنے اہم واقعات کے وقت کو حضرت نوحؑ سے گنتی ہے۔ اس کے لیے وہ حضرت نوحؑ کے سیلاب سے ہر ساٹھ سال کے وقفہ کے بعد کو ایک اکائی یا ایک سال مانتے ہیں اور ان سالوں سے اپنے واقعات شمار کرتے ہیں۔

بخاری شریف کی ایک حدیث بھی اس حوالے سے کافی قابل توجہ ہے جس کے راوی حضرت ابوسعیدؓ ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ قیامت کے دن حضرت نوحؑ کو لایا جائے گا۔ اور ان سے پوچھا جائے گا (کہ کیا انہوں نے اپنی امت کو احکام خداوندی' پہنچائے؟ وہ عرض کریں گے۔ "بے شک اے پروردگار" پھر حضرت نوحؑ کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا نوحؑ نے تم تک ہمارے احکام پہنچائے تھے؟ تو وہ لوگ انکار کریں گے اور کہیں گے۔ "ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا۔" تمہارے گواہ کون ہیں؟ تو آپ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرے گواہ حضرت محمدؐ اور ان کی امت کے لوگ ہیں' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تب تمہیں پیش کیا جائے گا اور تم گواہی دو گے کہ حضرت نوحؑ نے احکام پہنچائے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ **وکذلک جعلنکم امۃً وسطًا لتکونو شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا**...... (بحوالہ مشکوٰۃ باب حساب والقصاص والمیزان)

اس حدیث سے اگر ایک طرف یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی امت اپنے رسول کو پہچاننے سے انکار کر دے گی تو دوسری طرف یہ بات سب پر عیاں ہے کہ تمام مذہبی قوموں میں صرف ہندو قوم کا نبی کھویا ہوا ہے جس کو انہوں نے اپنی ہی دیومالاؤں میں گم کر دیا ہے۔

کیا وید الہامی کتاب ہے؟

قرآن پاک میں تورات' زبور اور انجیل کا تذکرہ موجود ہے لیکن اس میں کہیں وید کا ذکر موجود نہیں۔ یہ حقیقت اس امر کا متقاضی ہے کہ قرآن کریم میں ویدک دھرم کے صحائف کا ذکر تلاش کیا جائے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت داود علیہ السلام سے منسوب صحیفے کا نام سام "PSALM" ہے۔ اب اگر سام کے نام سے ہم حضرت داؤد علیہ السلام کے صحیفے کو تلاش کریں گے تو ظاہر ہے نہیں ملے گا۔ کیونکہ قرآن پاک اسے زبور کے نام سے مخاطب کرتا ہے۔

ویدوں کے بارے میں ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ یہ آدِ گرنتھ یعنی اولین صحائف ہیں جبکہ قرآن میں زبر الاولین یا صحف اولیٰ کا ذکر موجود ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی غیر معمولی ثبوت کیوں نہیں لاتا اور کیا ان کے پاس صحف اولیٰ میں جو کچھ بھی ہے (اس کی شکل میں) واضح دلیل نہیں آ گئی؟ سورہ طہٰ آیت ۱۳۳)'' اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اولین صحائف یا آدگرنتھ غائب نہیں ہوئے بلکہ دنیا میں آج بھی موجود ہیں اور قرآن اس بات کو ایک دلیل اور معجزے کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

پرانوں اور دیگر مذہبی کتب میں تو بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کی ناموں کے ساتھ پیش گوئیاں ملتی ہیں۔ لیکن ویدوں میں انبیاء میں سے صرف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرے ملتے ہیں۔ اور آسمانوں کے رسول اوّل ہونے کی حیثیت سے حضرت احمد ﷺ کی تفصیلات ملتی ہیں یا پھر ان کے علاوہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی پیش گوئیاں ملتی ہیں۔ رسول آخر الزمان کی پیش گوئیاں تو ہر مقدس صحیفے میں ملتی ہیں ان کے علاوہ انبیاء میں صرف حضرت نوحؑ کے بعد کے کسی نبی کا بیان نہ پایا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وید نہ تو حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کی صحیفے ہیں اور نہ ان کے دور کے بعد کے' اگرچہ ویدوں میں آسمانی کلام ہونے کا امکان کم ہے لیکن کم سے کم وہ حصے یقیناً الہامی ہیں جن میں ہزاروں سال قبل دی ہوئی رسول اللہ کی بعثت کی خبریں موجود ہیں اور امتداد زمانہ کے باوجود اس میں توحید و عقیدہ آخرت کی تعلیمات کی کرنیں بھی جگہ بہ جگہ نظر آتی ہیں۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق بھی کافی اہمیت کی حامل ہے وہ اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ ﷺ'' (جس کا اردو ترجمہ نذیر حق نے کیا ہے) باب ۲ پیراگراف نمبر ۶۳ میں فرماتے ہیں۔

''قرآن حکیم میں براہ راست ہندوستانی برہمنیت کا ذکر نہیں آیا ہے درحقیقت پیغمبر اسلام کے ظہور کے وقت ہندو مت اور اس کے مدمقابل مذہب بدھ مت کے درمیان موت و حیات کی کشمکش جاری تھی۔ پیغمبر خدا ہندوستانیوں کو ضرور جانتے تھے۔ مگر یہ کہنا محال ہے کہ وہ ہندوستانیوں کے مذہب کے بارے میں بھی کچھ جانتے تھے۔

قرآن حکیم میں یہودیوں کے طلائی بچھڑے کی جو داستان بیان کی گئی ہے اس کے مطابق اس گوسالہ کا خالق سامری نام کا ایک زرگر تھا (بائبل کا یہ کہنا کہ ہارون گوسالہ کا خالق

حضرت موسیٰؑ کا بھائی ہارون علیہ السلام تھا درست نہیں) اس ضمن میں چھوت چھات کا ذکر بھی آتا ہے۔ (قرآن ۲۰/۸۵۔۹۷) یہ دونوں (گاؤ پوجا اور چھوت چھات) برہمنیت کے خواص ہیں۔ سامری ان کے سرداروں کا ایک گروہ ہیں۔ اگر گاؤ پوجا ان کی نمایاں خصوصیت ہے تو دوسرے مذاہب کے لوگوں سے چھوت چھات کا غیر انسانی تصور بھی ان ہی کا حصہ ہے۔ پھر قرآن پاک زبور الاولین (قدیم لوگوں کی حکایات پر مبنی کتب) کا بھی ذکر کرتا ہے (۲۶/۱۸۶) یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ ہندو برہمنوں کی متعدد مذہبی کتب ہیں وہ ان سب کو الہامی تصور کرتے ہیں ان میں پران (جس کے لغوی معنی قدیم کتاب کے ہیں) بھی شامل ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہندوستانی شہزادے رام چند کی کہانیوں میں حیرت انگیز مماثلت ہے۔ ابراہیمؑ کو ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا۔ جب وہ اپنی اہلیہ سارہ کے ساتھ مصر پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے جو ایک بد اخلاق اور ظالم تھا۔ سارہ کو زبردستی اٹھوالیا اور اپنے محل لے گیا۔ مگر ایک معجزے کی بدولت حضرت سارہ کی عزت بچ گئی اور وہ شاہی تحائف کے ساتھ واپس اپنے شوہر کے پاس پہنچ گئیں۔ ان کے ساتھ مصری بادشاہ کی بیٹی ہاجرہ بھی تھی جو آگے چل کر حضرت اسماعیلؑ کی والدہ بنی۔ انجیل کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل نام "ابرام" تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ابراہیم (بابائے قوم) کا خطاب دیا تھا۔ ہندوستانی شہزادے رام (چند) کو بھی اس کے باپ نے ملک سے نکالا تھا جب وہ جنگل میں جلاوطنی کے دن پورے کر رہا تھا۔ تو سیلون (لنکا) کا بادشاہ (راون) اس کی خوبصورت بیوی سیتا پر عاشق ہو گیا اور اسے زبردستی اغوا کر کے لے گیا۔ سیتا بھی اپنی عزت بچانے میں کامیاب رہی۔ اس نے بعد میں ایک بڑی آگ میں سے صحیح سلامت گزر کر ثابت کر دیا کہ وہ عفت مآب تھی۔ (ابراہیمؑ بھی آگ سے محفوظ رہے) "پران" کے علاوہ برہمنوں کی مذہبی کتابوں میں ایک جنھیں "وید" کہا جاتا ہے جن کے مطابق برہما (خدا) ہے' ابراہیمؑ کی کتابوں کا تو قرآن میں بھی ذکر ہے اور برہما اور ابراہیم کے درمیان نمایاں مشابہت پائی جاتی ہے۔ میں اکثر اپنے آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا انجیل مذکور قصاۃ (خداوند کی جنگوں) کی کتاب (تعداد ۲۱/۲۴) کو مہابھارت اور گیتا میں تلاش نہیں کیا جانا چاہیئے؟"

ڈاکٹر حمید اللہ کے اس تحقیق کے بعد ہم ہندوؤں کے کتب مقدسہ سے ان بشارتوں کو نقل کرتے ہیں جن میں آپ کی آمد اور نبوت کی گواہی دی گئی ہے۔

پہلی گواہی

وہ تمام علوم کا سر چشمہ "احمد" عظیم ترین شخصیت ہے۔ یہ روشن سورج کے مانند اندھیروں کو دور بھگانے والا ہے۔ اس سراجِ منیر کو جان لینے کے بعد ہی موت کو جیتا جا سکتا ہے۔ نجات کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔" (یجر وید: ۳۱۔۱۸)

"احمد نے سب سے پہلی قربانی دی اور سورج جیسا ہو گیا۔" (رگ وید ۸۔۶۔۱۰۷۹)
(قرآن میں بھی آپؐ کو سراجاً منیرا یا چمکتا ہوا سورج کہا گیا ہے۔)

"احمدؐ وہ ہیں جو لوٹتے ہیں تو روشن طاقت ور ہیرا ثابت ہوتے ہیں۔ مخلوقات اور دولت کی حفاظت ہر پہلو سے کرتے ہیں اور بہتر نجات ہندہ ثابت ہوتے ہیں۔"

مندرجہ منتروں کے ترجمے میں غلطیاں کی جا رہی ہیں۔ مثلاً پہلے منتر میں "احمد" کے لیے سنسکرت لفظ "احمت" استعمال ہوا ہے۔ سنسکرت میں "د" کی جگہ اکثر "ت" استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو دو حصوں میں "اہم + ات" میں تقسیم کر کے ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اہم کے معنی "میں" اور "ات" کے معنی "اس" کے ہیں۔ اس طرح ترجمہ کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح گڑبڑ دوسرے منتروں میں بھی ہے، تاکہ اصل مدعا واضح نہ ہو۔

دوسری گواہی

اس دوران اپنے پیروں کے ساتھ "محمدؐ" نامی مقدس ملیچھ وہاں آئیں گے...... راجا بھوج ان سے کہے گا "اے ریگستان کے باشندے! شیطان کو شکست دینے والے، معجزوں کے مالک، برائیوں سے پاک وصاف، برحق باخبر اور خدا کی عشق و معرفت کی تصویر تمہیں نمسکار ہے۔ تم مجھے اپنی پناہ میں آیا ہوا غلام سمجھو۔"

یہ اشلوک بھوشیہ پران کے پرتی سگ پرو، تیسرے کھنڈ اور تیسرے ادھیائے کے نمبر 5 سے 16 تک اشلوک ہیں۔ یہاں "محمدؐ" کی جگہ اصل سنسکرت میں محامہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہاں سے یہ بھی آشکارہ ہوا کہ ملیچھ لفظ غیر آریہ نسل کے باشندوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ جیسے عرب غیر عربوں کے لیے عجم اور یہودی غیر یہودیوں کے لیے Gentiks لفظ استعمال کرتے تھے۔ اب اگرچہ یہ لفظ بگڑ کر برے معنوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔ لیکن ویدک زبان میں اس طرح مستعمل نہ تھا۔ مندرجہ بالا اشلوکوں سے آگے بتایا گیا ہے کہ "رات میں

کوئی خدا کا قاصد راجا بھوج کو آ کر بتائے گا کہ ختنہ کرنے والا' چوٹی نہ رکھنے والا' داڑھی رکھنے والا' پاک جانوروں کو غذا بنانے والا خدا کا مقرب بندہ ہے۔

تیسری گواہی

بھوشیہ پران کے بیانات تو اتنے واضح ہیں کہ ان میں کوئی معنوی تحریف ممکن نہ تھی۔ البتہ دوسرے مقامات پر جہاں حضرت محمدؐ کی رسالت کی پیش گوئیاں ہیں وہاں ترجمے بدل دیئے گئے ہیں۔ مثلاً شری مد بھاگوت پران میں موجود اس اشلوک کو دیکھئے۔

''اگیان ہیتو کرت موح مداندھکار ناشم و دھایم ہی تدودیتے ویویکہ'' (جب بے شمار ادوار حیات میں اجتماعی خیر کے طلوع ہونے سے انسان کو فیضان حق حاصل ہونے والا ہو' تب محمدؐ کے ذریعہ تاریکیوں کا خاتمہ ہو کر فہم و حکمت کا نور طلوع ہوگا۔ (شری مد بھاگوت' مہاتم پران ۲۔۷۶)

مندرجہ بالا اشلوک میں محمدؐ لفظ کر موح + مَد میں تقسیم کر کے ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ موح معنی لالچ اور مدّ بمعنی شراب ہیں۔ اس طرح اس اشلوک کا ترجمہ یوں کیا جا رہا ہے۔

''جب بے شمار ادوار حیات میں اجتماعی خیر کے طلوع ہونے سے انسان کو حق کا فیضان حاصل ہونے والا ہو۔ تب لالچ اور شراب جیسی تاریکیوں کا خاتمہ ہو کر فہم و حکمت کا نور طلوع ہوگا۔

چوتھی گواہی

ویدوں میں جہاں کہیں نبی آخر الزماں کا ذکر ''محمدؐ '' کی حیثیت سے آیا ہے۔ وہاں ویدوں میں نراشنس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے تورات اور انجیل میں آپؐ کے لیے فارقلیط کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ''قابل تعریف'' کے ہیں۔ اور یہی معنی عربی میں لفظ ''محمد'' کے ہیں۔ اس طرح ویدوں میں آپؐ کو نراشنس کہہ کر پکارا گیا ہے جس کے ٹھیک معنی ہیں۔ ''قابل تعریف'' سنسکرت کے اس لفظ کا بالکل صحیح متبادل عربی لفظ ''محمد'' ہے۔

لوگوں سنو! نراشنس (محمدؐ) کی لوگوں کے درمیان انتہائی تعریف کی جائے گی۔ (اتھر وید۔ ۲۰۔۱۲۷۔۱)

''اے محمدؐ! میٹھی زبان والے قربانیاں دینے والے میں آپؐ کی قربانیوں کو وسیلہ بناتا

ہوں۔" (رگ وید ۱/۱۳/۳)

"میں نے محمدؐ کو دیکھا ہے۔ سب سے زیادہ اولوالعزم اور سب سے زیادہ مشہور جیسا کہ وہ جنت میں ہر ایک کے پیغمبر تھے۔ (رگ وید ۱/۱۸/۹)

"عظیم محمدؐ کی قوت میں اضافہ کے لیے پشاں (مہدہ) جو کہ عظیم حکمراں ہے۔ اس کے لیے ہم نعمت بیان کرتے ہیں۔ اے انتہائی کریم خدا! ہمیں تمام مصیبتوں سے نجات دے اور دشوار گزار راستوں سے ہمارا رتھ پار کر دے۔" (رگ وید ۱/۱۰۶/۴)

مندرجہ بالا منتروں کے ترجمے کے ذیل مسٹر گرفتھ نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ نراشنس (محمدؐ) اگنی کا ایک پر اسرار نام ہے۔

رگ وید میں سولہ جگہ آپ کا نراشنس (محمدؐ) نام سے ذکر ہے۔ اس طرح یجروید میں دس جگہ اتھروید میں چار مرتبہ اور سام وید میں ایک مقام پر آپ کا اسم گرامی آیا ہے۔ اس طرح چاروں ویدوں میں کل ملا کر ۳۱ جگہ نراشنس (حضرت محمد ﷺ) کے نام سے آپ کا ذکر ہے۔

پانچویں گواہی

اے لوگو، سنو! حضرت محمدؐ (نراشنس) کو لوگوں کے درمیان مبعوث کیا جائے گا۔ اس مہاجر کو ہم ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے پناہ میں لیں گے۔ جس کے ساتھ بیس اونٹ ہونگے اس کی سواری اونٹ ہوگی۔ جس کی عظمت آسمانوں کو بھی جھکا دے گی۔ اس عظیم رشی کو سو سونے کے سکے، دس مالائیں، تین سو عربی گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کی گئیں ہیں (اتھروید۔ کنده ۲۰ سکتہ ۱۲۷ منتر ۳،۲،۱)

مندرجہ بالا تین منتروں کے ترجمے پر پنڈت وید پرکاش اپادھیا نے اپنی کتاب نراشنس اور انتم رشی میں کئی باب لکھے ہیں۔ جن میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمثیلی زبان میں سو دینار سے مراد سو اصحابہ صفہ مراد ہیں۔ دس مالاؤں سے مراد دس عشرہ مبشرہ، تین سو گھوڑوں سے مراد جنگ بدر کے تین سو تیرہ مجاہدین، دس ہزار گائیوں سے مراد دس ہزار کا وہ لشکر مراد ہے جو فتح مکہ کے وقت آپؐ کے ساتھ ہمرکاب تھا۔ بعض حضرات نے سو طلائی دینار سے مہاجرین حبشہ مراد لیا ہے جبکہ شہر مکہ کی آبادی اس وقت ابن اثیر کے مطابق ساٹھ ستر ہزار تھی۔

یہ ساری خوبیاں اور نشانیاں صرف آنحضرتؐ کی سیرت مبارکہ میں ہمیں ملتی ہیں۔ یہ

نشانیاں ٹھیک اسی ترتیب کے ساتھ ہی بتیں کہ بعد کو تاریخی وجود میں آئیں۔ دنیا کے کسی رشی یا پیغمبر کے ساتھ بجز آنحضرتؐ کے ان کی تطبیق نہیں کی جاسکتی۔

چھٹی گواہی

سام وید میں پہاٹک ۲ رشتی ۶ منتر ۸ میں آپ کا ذکر یوں آیا ہے۔۔

''احمد نے اپنے رب سے پُر حکمت شریعت حاصل کی۔ میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔ یعنی میں (رشی وتسہ کنو) اس بشارت کو دیکھتے وقت آفتاب رسالت کے نور سے منور ہو رہا ہوں۔'' قرآن حکیم اس منتر کے راز کو اس طرح کھولتا ہے۔

اے نبی! ہم نے تجھے شاہد مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور تو اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والے اور روشن کرنے والا سورج ہے۔ (۳۳/۴۵+۴۶) رشی وتسہ کنو کا یہ کہنا کہ میں سورج کی مانند روشن ہوں۔ درحقیقت سراجاً منیراً کے لیے ایک گواہی ہے اور وہ سراجاً منیراً احمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔

ساتویں گواہی

اگرچہ ہندوؤں کی کتابوں میں آپ کی بعثت کے متعلق اور بھی بے شمار بشارتیں موجود ہیں۔ جن کو شمس نوید عثمانی صاحب نے اپنی کتاب ''اگر اب بھی نہ جاگے تو ......اور ابن اکبر الاعظمی نے اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ ہندو کتابوں میں'' کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تاہم آخر میں ہم رگ وید کے منترا۔۱۶۳۔۱ کا حوالہ ضرور دیں گے۔ جس میں آپؐ کے لیے ''سمدرا دوت عربن'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ڈکشنری وشال نالندہ شبد ساگر کے مطابق ''س'' کے معنی ''ساتھ'' ''مدرا'' کے معنی ''مہر'' اور ''عرب'' کے معنی ملک عرب کے ہیں۔ جبکہ ''ن'' سنسکرت میں اکثر زائد ہوتا ہے۔ اس طرح ''سمدرا دوت عربن'' کے معنی ہوئے ''مہر کے ساتھ عرب والا'' عربی لفظ خاتم کے معنی بھی مہر کے ہیں۔ آپؐ کو ''خاتم النبیین'' اس لئے کہا گیا ہے کہ نبیوں کے سلسلہ پر آپؐ نے آخر مہر لگا کر نئی نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ آپؐ کے بعد جو نبوت کا دعویدار ہوگا وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا۔ جس کی گواہی قرآن کے علاوہ دیگر الہامی کتابوں کی بشارتوں سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

گھر کی گواہی

ان جملہ بشارتوں سے قطع نظر سنسکرت کے مشہور عالم اور محقق ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش اپا دھیائے اپنی کتاب "کلکی اَوتار" میں واشگاف الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ ہندو ابھی تک جس دسویں "کلکی اوتار" کا انتظار کررہے ہیں وہ حضرت محمد ﷺ کی نام سے دنیا میں تشریف لا چکے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ہندو ان کتب کے بارے میں جس میں آپ ؐ کی آمد کی بشارتیں درج ہیں کہتے ہیں کہ یہ اصلی حالت میں نہیں بلکہ تحریف شدہ ہیں' یہ بشارتیں بعد میں شامل کی گئی ہیں۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو آج ہندوستان کے کسی گوشہ میں کوئی نہ کوئی پران یا وید تو کسی برہمن کے گھر سے ایسا دیکھنے کو ملتا جو ان بشارتوں سے خالی ہوتا۔

ماخذ

(۱) کتاب الہند البیرونی' بک ٹاک' میاں چیمبرز' ۳ ٹمپل روڈ' لاہور

(۲) نقوش (جلد دوئم و چہارم) مدیر محمد طفیل' ادارہ فروغ اردو' لاہور

(۳) ضیاء النبیؐ (جلد اوّل) پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور

(۴) بھگود گیتا' ترجمہ پروفیسر شیہ بال بھاٹیہ/ رئیس امروہوی' کلاسیک' لاہور

(۵) ارمغان وید' عبدالرحمٰن صدیقی' دار التذکیر' لاہور

(۶) الجہاد فی الاسلام' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' مارچ ۱۹۸۱ء

(۷) اگر اب بھی نہ جاگے تو...... شمس نوید عثمانی' صدیقی ٹرسٹ' کراچی ۱۹۹۲ء

(۸) تاریخ تصوف' پروفیسر یوسف سلیم چشتی' دار الکتاب' لاہور

(۹) تعارف مذاہب عالم' ایس۔ ایم' شاہد' ایورنیو بکس پیلس' لاہور

(۱۰) مذاہب عالم' احمد عبداللہ' مکی دار الکتب' لاہور

(۱۱) مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا' لیوس مور' مترجمین یاسر جواد/ سعدیہ جواد' نگارشات' لاہور' ۲۰۰۳ء

(۱۲) کلکی اوتار اور محمد صاحب' پنڈت وید پرکاش' B-۱۰۶' گرین ویو سوسائٹی۔ لاہور

(۱۳) بعثتِ نبویؐ کی پیشینگوئیاں (ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں)' ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری' دار الکتاب' لاہور

(۱۴) مشکوٰۃ شریف (مترجم)' محمد سعید اینڈ سنز' تاجران کتب' کراچی (جلد ۳)

(۱۵) اردو انسائیکلوپیڈیا' تیسرا ایڈیشن' فیروز سنز' لاہور

بدھ مت ایک مطالعہ

اور

بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی

بدھ مت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی

چھٹی صدی قبل مسیح کے شروع میں ہندوستان اخلاقی، مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے پستی کی انتہا کو چھو رہا تھا۔ ہندو مت کی تعلیمات عملاً مردہ اور بے جان ہو کر اپنی اثر کھو چکی تھیں۔ معاشرہ ذات پات اور طبقاتی تقسیم کی وجہ سے مختلف طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ ہندوستان کی معاشرے میں وہ تمام خامیاں موجود تھیں جو کسی زوال پذیر معاشرے میں ہو سکتی ہیں کہ ان حالات میں گوتم بدھ نے جنم لیا۔ جنہوں نے ہندوستان کی تاریخ کا بلکہ مذاہب عالم میں ایک نیا روشن باب رقم کیا۔ جس کو "احترام انسانیت" کے عنوان سے سنہری حروف میں لکھا جا سکتا ہے۔

اکثر محققین کے درمیان گوتم کی تاریخ پیدائش پر اچھا خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بدھ عالم، فاضل اور ادیب کرشن کمار کے نزدیک گوتم حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے 557 برس قبل پیدا ہو چکے تھے۔ شیو نارائن کے مطابق سال ولادت 624 (ق م) ہے۔ تاہم اگر اشوک کی تاج پوشی کے حوالے سے حساب لگایا جائے تو 565 (ق۔م) تاریخ پیدائش قرار پاتی ہے۔ اے۔ ایل باشم کے خیال میں گوتم 566۔553 (ق۔م) کے درمیان پیدا ہوئے۔

Universal Reference Book کے حوالے سے غیر ختمی سال پیدائش 624۔ق۔م ہے۔ جبکہ اردو انسائیکلو پیڈیا میں اس کی تاریخ پیدائش 560 ق۔م درج ہے۔

تاریخ پیدائش کی طرح اس کے نام پر بھی محققین کے مابین کافی اختلاف ہے۔ کہ ان کا ابتدائی نام "سدسارتھ" تھا، یا "گوتم" ہے۔ جدید تحقیقات کی رو سے "سدھارتھ" نام بھی مشکوک ہے۔ لیکن اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ بچپن میں انھیں "گوتم" کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ "سدھارتھ" نام کی بجائے اکثر محققین کے نزدیک خطاب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بعد از وصال ان کے پیروکاروں نے انھیں متعدد خطابات دیئے مثلاً "لوک ناتھ" "دھم راج" "جن بھاگوا" ساکیہ منی" "ساکھیہ سنہا" وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ "سدھارتھ" نام ان سب کے بہ نسبت کافی مستعمل ہے۔ جن کے معنی ہیں۔ "سب خواہشیں

پوری ہوگئیں'' بعض کے خیال میں بدھ کا اصل نام ''سدھارتھ'' تھا جبکہ خاندانی نام گوتم یا گوتما تھا۔

مہاتما کے والد کا نام ''شدھودن'' جبکہ ان کی والدہ کا نام ''مہا مایا'' تھا۔ مہاتما کے والد نیپال کے جنوب میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست کے راجہ تھے۔ دارالحکومت کا نام ''کپل وستو'' تھا۔ جدید تحقیقات کے مطابق بدھ کے زمانے کا ''کپل وستو'' بنارس شہر سے ایک سو میل شمال مشرق کی طرف دریائے روہنی کے کنارے آباد تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان میں سلطنت مگدھ کا بول بالا تھا۔ جس کا صدر مقام راج گرہ تھا۔ گنگا کے شمال اور مغربی کناروں پر کوشلوں کا راج تھا۔ کوشل سلطنت کے مشرق کی طرف روہنی ندی بہتی تھی۔ جس کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے دو خود مختار قومیں آباد تھیں، جن میں ایک ''کولی'' اور دوسری ''شاکیہ'' تھی۔ جس کے مہاراجہ بدھ کے والد ''شدھودن'' تھے۔

راجا شدھودن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نہایت عادل، انصاف پرور اور ہردلعزیز راجا تھے۔ انہوں نے ہمسایہ ریاست کے حکمران راجا انجن کی دو بیٹیوں ''مہا مایا'' اور ''پرجاوتی'' سے شادیاں کیں۔ مگر طویل عرصہ تک اولاد کی نعمت سے محروم رہے آخر بیس سال کے بعد رانی مہامایا کے ماں بننے کے آثار نمودار ہوئے۔ گوتم کی پیدائش سے قبل ان کی ماں رسم کے مطابق زچگی کے لیے اپنے میکے کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں ان کا قافلہ ستانے کے لئے ایک باغ میں ٹھہرا، مہامایا نے ایک پھول توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو عین اسی وقت دردزہ شروع ہوا اور بغیر کسی دقت کے فوراً ولادت کا عمل مکمل ہوگیا اور رانی کے بطن سے ایک خوبصورت شہزادے نے جنم لیا، اس وقت رانی کی عمر پینتالیس برس تھی۔ چونکہ لڑکے کی تمنا راجا اور رانی دونوں کی تھی، اور یہ ان کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ اس لئے بچے کا نام ''سدھارتھ'' رکھا گیا۔ جس کے معنی ہیں۔ ''سب خواہشیں پوری ہوگئیں۔''

گوتم کی ولادت کو ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ ان کی ماں ''مہامایا'' دنیا چھوڑ گئی، تو رانی ''پرجاوتی'' نے گوتم کی نگہداشت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھالی۔ پرجاوتی اگر ایک طرف گوتم کی سوتیلی ماں تھی تو دوسری طرف ان کی خالہ بھی تھی۔ اس نے انتہائی خوش اسلوبی پیار اور محبت کے ساتھ اپنا جگر گوشہ سمجھ کر گوتم کی نگہداشت کی۔ اسے پالا پوسا اس لئے پرجاوتی کو اس محنت کے صلے میں گوتمی کے معزز نام سے پکارا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ گوتم کی روشن مستقبل کی پیش گوئی اشتا ... می رشی نے اس وقت کی تھی جب وہ پیدا ہوا کیونکہ وہ رشی محل کے قریب پہاڑیوں میں رہتا تھا۔ گوتم کی پیدائش کے بعد انہوں نے دیکھا کہ قلعہ کے ارگرد نورانی شعاعیں پھیل رہی ہیں۔ اس نے اسے ایک نیک فال سمجھا وہ راجا کے محل پر آیا اور گوتم کو دیکھ کر اس نے کہا کہ اگر یہ بچہ دنیا میں مگن ہوا تو ایک عظیم حکمران بنے گا اور اگر اس نے روحانیت کی طرف توجہ دی تو بدھ بن جائے گا اور دنیا کا نجات دہندہ ہوگا۔

دیگر عظیم انسانوں کی طرح گوتم بھی بچپن سے عام بچوں سے مختلف تھا۔ آپ نہ صرف حلیم الطبع اور امن پسند تھے بلکہ کھیل کود میں بھی کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اس کے ساتھ آپ انتہائی ذہین اور بہت حساس بھی تھے۔ اس لئے آپ نے نہایت قلیل عرصہ میں جملہ مروج علوم حاصل کیئے۔ عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ آپ سنجیدہ اور متفکر مزاج ہوتے گئے۔ حکومتی ہنگاموں اور محل کی رنگینوں کی بجائے آپ خلوت کو ترجیح دینے لگے۔ گوتم کی خلوت پسندی حکومتی سرگرمیوں اور محل کی رنگینوں سے گریز ان کے والد کو ڈسنے لگی اور اُسے ''اشتا'' کی پیش گوئی سے ہول آنے لگا کیونکہ شہزادہ دنیا کی بجائے روحانیت کی راہ پر چل پڑا تھا۔ آخر شہزادہ کو راہ راست پر لانے اور اسے دنیاوی بندھنوں میں جکڑنے کے لیے صلاح مشورے کے بعد انیس سال کی عمر میں ان کی شادی شہزادی ''گوپا'' سے کرادی گئی۔ جو کہ رشتہ میں ان کی ماموں زاد تھی اور رانی مہامایا کے بھائی ''دنڈپانی'' کی بیٹی تھی، جو قلعہ دیودہ کا امیر تھا۔ بعض محققین لکھتے ہیں۔ کہ ''گوپا'' کے علاوہ بدھ کی اور بھی دو بیویاں تھیں۔ اور ان کے نام ''یشودھرا'' اور ''اتپالا نا'' یا ''مرگاجا'' بتائے جاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر مورخین ''گوپا'' کو بدھ کی بیوی تسلیم کرتے ہیں۔ ''گوپا'' کو ہی ''یشودھرا'' اور بعض یشودھا'' بتاتے ہیں اور دوسرے ناموں کو ''گوپا'' کی صفاتی نام قرار دیتے ہیں۔

شادی کے بعد گوتم نے بظاہر دس برس تک بھرپور ازدواجی زندگی گزاری۔ ہر خاص وعام یہ سمجھ رہا تھا کہ آب شہزادہ دنیاوی بندھنوں میں مکمل جکڑا جاچکا ہے لیکن شہزادہ باطنی طور پر سخت کشمکش میں مبتلا رہا۔ محل کی آرام وآسائش، عیش ونشاط اور رنگینوں کے باوجود اس کی تشنگی بڑھتی رہی۔

ایک روز گوتم اپنے ملازم کے ہمراہ سیر کو نکلا، تو راستہ میں ایک ناتواں بوڑھے پر نظر پڑی

جو بمشکل قدم اٹھا کر چل رہا تھا۔ پھر ایک بیمار پر نظر پڑی جو زمین پر پڑا درد سے کراہ رہا تھا' بعد ازاں ایک میت دیکھی جس کے عزیز و اقارب روتے پیٹتے اس کے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ ملازم نے کہا کہ ایک دن آپ بھی بوڑھے ہوں گے۔ بیمار پڑیں گے درد سے کراہیں گے اور بالآخر مر جائیں گے۔ ملازم کے اس جملے نے ان کے تن من کی دنیا کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

بڑھاپے کے ذریعہ تباہ ہو جانے والی جوانی' طرح طرح کی بیماریوں سے بگڑ جانے والی صحت اور پھر موت' یہ تین سوالات مثلث کے تین زاوئے بن گئے۔ جس کے درمیان گوتم سکون کی تلاش میں سرگرداں ہوا۔ پھر ایک دن اس نے ایک درویش کو دیکھا' جو ہاتھ میں کشکول تھامے مطمئن بے نیازانہ شان سے جا رہا تھا۔ اس درویش کی طمانیت اور پرسکون چہرے کو دیکھ کر گوتم کو بڑی حیرت ہوئی' آخر اس نے بھی غور و خوض کے بعد خواہشات سے دامن چھڑانے سادہ اور قابل تقلید زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ مراقبہ' عبادت اور ریاضت کی راہ اختیار کی۔ اس دوران اس کا بیٹا ''راہل'' پیدا ہوا۔ مگر وہ اُن کی راہ نہ روک سکا اور گوتم انتیس برس کی عمر ایک رات چپکے سے اپنے ایک وفادار ملازم چھندک کے ہمراہ راتوں رات اپنے باپ کی حدود سلطنت سے نکل گیا۔ سلطنت ''مل'' کی حدود میں پہنچ کر انہوں نے اپنے تابعدار خادم کو اپنا شاہی پوشاک دے کر والد کی خدمت واپس بھجدیا۔ اس واقعہ کو مہاتیاگ (ترک عظیم) کے نام سے بدھ مت کی کتابوں میں یاد کیا جاتا ہے۔

محل سے نکل کر گوتم کئی جگہوں سے ہوتا ہوا ''ویشالی'' شہر جا پہنچا۔ ویشالی موجودہ پٹنہ کے شمال کی طرف اپنے زمانے کا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں ایک بہت بڑے پنڈت ''آزاد کالام'' سے اس نے انتہائی مختصر مدت میں علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے۔ لیکن پیاس نہ بجھی تو ''راج گرہ'' کی طرف روانہ ہوئے۔ راج گرہ یا راج گڑھ ریاست مگدھ کا دارالسلطنت تھا۔ جو پٹنہ سے تقریباً چالیس میل جنوب مشرق میں واقع تھا' یہاں شہر کے قریب پانڈو نامی پہاڑ کی ایک ویران غار کو آپ نے اپنے مسکن کے طور پر منتخب کیا۔ پانڈو کی پہاڑوں کو آج کل ''رتن گری'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یہاں آپ صبح کو کشکول ہاتھ میں لئے بھیک مانگنے کیلئے شہر کو نکلتے اور بھیک ملنے کے بعد واپس اپنے مسکن میں مراقبہ ہو جاتے۔ یہاں ایک پہاڑی غار میں [illegible] پتر رد رک یا بعض کے نزدیک ادرک نامی ایک رشی رہتے تھے۔ آراڑ کے بعد آپ نے [illegible] سے ہندو [illegible] سر [illegible] جوگ اور [illegible] کے طریقے کی تعلیم حاصل کی اور [illegible] مراقبے

کرنے کے بارے میں جُملہ معلومات حاصل کیں، لیکن یہ رشی اس قسم کا کوئی مراقبہ نہیں سکھا سکتے تھے، جس سے عدم اور وجود کے ادراک کی تمیز ہی ختم ہو کر رہ جائے اس لئے یہاں بھی آپ کا دلی مقصد پورا نہ ہوا، تو یہاں سے نکل کر آپ ایک گاؤں "ارائل" پہنچے یہ گاؤں "بدھ گیا" سے ایک میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس گاؤں کے نواح کو آپ نے ریاضت کے لیے موزوں سمجھ لیا۔ حواسوں پر فتح حاصل کرنے، گناہ کی باطنی ترغیبات کو فنا کرنے، استقلال کے حصول اور ارتکاز توجہ کے لیے آپ یہاں ہمہ وقت مراقبوں میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران کونڈانیہ نامی جوگی اور ان کے چار دیگر برہمن ساتھی بھی آپ سے آملے۔ یہ سب تارک الدنیا تھے۔ سب سے پہلے آپ زمین پر براجمان ہو کر اسپھانک نامی عظیم مراقبے میں محو ہو گئے اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے آپ نے چھ سال اس کٹھن ریاضت میں گزارے، یہاں تک کہ جسم بالکل سوکھ کر کانٹا ہو گیا اور شکل ہی بدل گئی لیکن اس مشکل ریاضت کے باوجود منزل کا نشان نہیں ملا، یہ واقعی شدید تپسیا تھی، بعد میں آپ نے خود کہا تھا کہ مجھ سے پہلے کسی جوگی نے ایسی تپسیا نہیں کی اور نہ آئندہ کوئی کرے گا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے خود کو منزل سے دور پایا تو یہ ریاضت چھوڑ دی کہ اس طرح جسم و جان کی دشمنی سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ آپ نے نئی رنجن نامی ندی میں غسل کیا سجاتا نامی دوشیزہ کے ہاتھ سے دودھ قبول کیا اور ایک غریب عورت کی میت پر ڈالا جانے والا چادر دھو کر پہن لیا اور جسمانی صحت بحال کرنے کے لیے باقاعدہ خوراک شروع کی۔ آپ کے پانچوں ساتھی یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے انہوں نے سمجھ لیا کہ آپ اپنے مرتبہ سے گر گئے ہیں۔ لہٰذا وہ آپ سے الگ ہو کر کانشی (بنارس) کے قریب ایک رشی کے آشرم میں چلے گئے۔

ابھی آپ جسمانی لحاظ سے کافی کمزور تھے۔ کہ آپ نے پھر چلہ کشی کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت آپ نے عزم کیا کہ چاہے رگوں میں خون سوکھ جائے بدن کا گوشت سڑنے لگے اور ہڈیاں ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرنے لگیں، مگر میں نروان حاصل کرنے تک مراقبہ میں بیٹھا رہوں گا۔ چنانچہ آپ نے گھنے جنگل میں ایک بڑ تلے "سوستک" نامی گھسیارے سے نرم اور سبز جنگلی گھاس لے کر ریاضت کے لیے نشست تیار کی اور بیٹھ گئے۔ آپ نے تمام خیالات اور تفکرات کو جھٹک دیا اور ذہن کو ایک نکتہ پر مرکوز رکھا۔ صبح کے اجالے کے ساتھ ہی آپ کا ذہن روشن ہوا اور بالآخر چھ سال کی سخت محنت و ریاضت کے بعد آپ نے گوہر مقصود کو پا لیا۔ یہ دسمبر کی آٹھویں تاریخ تھی۔ جس گاؤں میں آپ کو نروان حاصل ہوا بدھ گیا

تھا۔ جو کہ اب صوبہ بہار (بھارت) کا ایک بڑا شہر ہے اور "بدھ گیا" کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت آپ کی عمر پینتیس برس تھی۔ اب آپ سدھارتھ سے بدھ بن چکے تھے۔

نروان کے حصول کے بعد گوتم مزید اسی مراقبہ میں منہمک رہا۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ اس روشنی (نروان) کے دیدار میں مخمور رہتا اور عمر بھر اس سے لطف اندوز ہوتا' آپ نے مناسب سمجھا کہ مخلوق خدا کو بھی اس روشنی سے مستفید کرانا چاہئے تاکہ دوسرے بھی اس راستے پر چل کر مصائب سے چھٹکارہ پا سکیں اور سکون قلب سے مالا مال ہو سکیں' اس کے بعد آپ کا تبلیغی سفر شروع ہوتا ہے جو تقریباً 45 برس تک جاری رہا۔ جس میں آپ کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور اَب بھی اس کا شمار دنیا کے چار بڑے مذاہب میں سے ہوتا ہے۔

نروان حاصل ہونے کے بعد سب سے پہلے ان پانچ شاگردوں نے آپ کا دھرم اختیار کیا جو آپ سے روٹھ کر مرگ دار میں مقیم تھے۔ اس کے بعد آپ نے بنارس شہر میں پہلا خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے اعتدال کی راہ پر کار بند رہنے کا درس دیا' اور بے اعتدالی کو گمراہی کا راستہ بتایا۔ اس دوران بنارس کا ایک صاحب ثروت عزہ وجا "لیش" نامی شخص تائب ہو کر آپ کا پیروکار ہوا' جس کا لوگوں پر بہت اچھا اثر پڑا' اور لوگ اس نئے مذہب کی طرف راغب ہونے لگے۔ اس کے بعد جب راجہ بھی سار نے بھی بدھ مت قبول کیا تو ہر طرف تہلکہ مچ گیا۔ بھی سار کے بعد راج گرہ کے دو معزز برہمن زادے ساری پتر اور مودگلیان بھی اس نئے مذہب میں داخل ہوئے۔ اس روز بدھ نے بھکشوؤں کی ایک جماعت قائم کر کے اس کا نام "سنگھ" رکھا۔ اب ہر گلی کوچے میں بدھ کے بھکشو ہاتھ میں کاسہ گدائی لیے بدھ مت کی تبلیغ کرنے لگے۔ اگرچہ حسب معمول آپ کے خلاف بھی بعض لوگوں نے مزاحمت کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے اور بہت جلد بدھ مت سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ اس دوران بوڑھے والد راجہ شدھودن نے جو گوتم کی محل چھوڑنے پر ناراض تھا۔ کئی قاصد بھیج کر کپل وستو آنے کی دعوت دی۔ آخر باپ کی بار بار طلب پر آپ واپس کپل وستو روانہ ہو گئے۔

گوتم کو خوش آمدید کہنے کے لیے راجہ ان کے وزیر' مشیر' اعلیٰ سرکاری حکام' جملہ عزیز و اقارب اور پورے شہر کے تمام لوگوں نے شہر سے باہر نکل آئے اور ان کا استقبال کیا۔ لیکن راجہ شدھودن' ان کے عزیز و اقارب اور ان کی بیوی یشودھرا نے جب ان کو بھکاریوں کے فقیرانہ لباس میں دیکھا تو ان کے امیدوں پر اوس پڑ گئی' کیونکہ اب وہ کپل وستو کا ولی عہد نہیں بلکہ

فقیروں کے فقیر بدھ تھے۔

ایک روز بدھ شاہی محل میں کھانا کھانے کو گئے' گوپا نے اس موقع کو غنیمت جان کر "راہل" کو بیش قیمت شاہی لباس پہنا کر کہا کہ جاؤ اور اپنے والد سے ترکہ پدری کے لیے درخواست کرو۔ اس وقت راہل کی عمر سات برس تھی۔ کھانا کھانے کے بعد آپ نے اپنے بیٹے کے جسم سے شاہی لباس علیحدہ کر دیا اور بھکشو سے کہا کہ اسے اپنی جماعت میں شامل کر لو حالانکہ گوپا "راہل" کے لیے سلطنت مانگ رہی تھی۔ "راہل" کی غیر متوقع "سنگھ" میں شمولیت کی خبر جب شاہی محل میں پہنچ گئی' تو ان کے بوڑھے والد کے پیروں تلے اندھیرا چھا گیا۔ کیونکہ شاکیہ خاندان کی حکومت کے مستقبل کا دارو مدار اب صرف "راہل" پر تھا اور اب وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا" "گوپا" اور راجہ شدھودن کے لیے یہ صدمہ انتہائی جان لیوا تھا' تاہم راجہ نے دل پر پتھر رکھ کر بدھ سے کہا:

"میرے ساتھ جو ہونا تھا' ہو چکا' جو قیامت میرے نصیب میں تھی گزر گئی۔ لیکن ایک بات کا آئندہ خیال رکھنا کہ ماں باپ کی اجازت کے بغیر کبھی کسی نابالغ کو اپنی جماعت میں داخل نہ کرانا" بدھ نے باپ کی اس تجویز سے اتفاق کر لیا اور یہ قانون اس وقت سے بنایا گیا کہ کسی نابالغ کو والدین کی اجازت کے بغیر "سنگھ" میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اس واقعہ کے بعد بدھ جتنا عرصہ کپل وستو میں رہے۔ شاکیہ خاندان کے دلوں پر نئے دھرم کی صداقت کی مہر نقش کرتے رہے۔ اور اس کے بعد راج گرہ کی طرف تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے' اردگرد کے کئی راجاؤں نے ان کی آواز پر لبیک کہا۔ حتیٰ کہ ان کا ناراض باپ بھی ان کا پیروکار ہوا۔ ان کی بیوی گوپا نے بھی بدھ مت اختیار کیا۔ جس کی وجہ سے بدھ نے عورتوں کے لیے علیحدہ سنگھ بنا کر "گوپا" کو اس کا سرپرست مقرر کر دیا۔ راجہ شدھودن کی وفات کے بعد بدھ کا چچازاد "مہانام" تخت نشین ہوا۔ یہ نوجوان اگرچہ شدھودن جیسے جہاندیدہ اور تجربہ کار حکمران کی ریاست اور سیاست سنبھالنے کا حقیقی معنوں میں اہل نہ تھا۔ لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت تھی۔ کہ اب یہی شاکیہ خاندان کی امیدوں کا آخری مرکز بن چکا تھا۔ لیکن قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وہ بھی دنیا کی سلطنت چھوڑ کر دھرم کی سلطنت میں چلا آیا اور کپل وستو پر تاج سجانے والا کوئی نہیں بچا۔ شاہی خاندان کے افراد جوگی ہو جانے کے بعد شاہی خواتین کے لئے کوئی آسرا نہ رہا تو انہوں نے بھی جماعت فقراء میں شمولیت اختیار کر لی۔

بدھ پنتالیس سال تبلیغی سفر کرتے رہے۔ جب ان کی عمر اسی برس ہوگئی' تو راج گرہ سے ''شراوستی'' جاتے ہوئے ویشالی میں بیمار پڑ گئے۔ اس وقت انہوں نے پیش گوئی کی ''میں تین مہینے کے بعد نروان میں داخل ہوں گا'' انہوں نے بیماری کی حالت میں بھی سفر جاری رکھا اور ''پاوا'' نامی گاؤں پہنچے' جہاں ایک چنڈ نامی عقیدت مند نے چاول کے آٹے کی روٹیوں اور سور کی گوشت سے آپ کی تواضع کی۔ آپ عام طور پر گوشت کھانے سے پرہیز کرتے تھے مگر چنڈ کا دل رکھنے کے لئے آپ نے اس کھانے کو تناول فرمایا جس کی وجہ سے پیچش کی بیماری نے آلیا اور آپ کی حالت غیر ہوگئی۔ یہاں تک کہ بچنے کی امید نہ رہی' تو آپ نے شال باغ کے مقام پر اپنے خاص بھکشو ''آنند'' کو بلایا اور اپنا علم سے معمور سینہ ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا اور اپنی آخری رسومات کے بارے میں ہدایات دیں۔ وفات کے وقت آپ کے ہونٹوں پر یہ الفاظ تھے۔ ''یہ جسم اس کی طاقت اور دنیا کی ہر شے فانی اور صرف سچائی ہمیشہ قائم رہے گی۔'' آپ اس وقت ''کشی نگر'' (ضلع گورکھ پور) میں مقیم تھے۔ وفات کے بعد آپ کی چتا ساتویں روز جلائی گئی۔ مہاتما کی راکھ ہندوستان کے آٹھ بڑی مملکتوں کے راجاؤں نے آپس میں بانٹ لی۔ بدھ کے جسم کو جلانے والی لکڑی کا ایندھن اور مٹی کا وہ برتن جس میں ان کی راکھ رکھی گئی تھی۔ دو اور راجاؤں کو عزت افزائی کے طور پر دی گئی۔ بدھ کے پیکر کی باقیات اور راکھ ان بڑے بڑے میناروں (استوپوں) میں رکھی گئی جو ان کی یاد میں تعمیر ہوئے۔

مہاتما بدھ کی وفات کے بعد کی پہلی دھائی میں کاشی کے راجا ''وودھک'' نے حملہ کر کے بدھ کے شاکیہ خاندان کے مختصر قبیلے کو ختم کر دیا اور مہاتما جیسے سپوتوں کو جنم دینے والا قبیلہ اَب تاریخ کا ایک گمشدہ باب ہے۔

بدھ مت کی کتابیں

صحیح معنوں میں جس چیز پر ''مذہبی کتاب'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ وہ بدھ مذہب میں موجود نہیں۔ یہ بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی کہ بدھ کی اصلی تعلیم کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان کتابوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ جو عہد کنشک کے آخر میں عمل تحریف سے بچ کر ہم تک پہنچی ہیں۔ کیونکہ ابتدا میں بدھ کی تعلیمات صرف زبانی تھیں۔ جو سینہ بہ سینہ لوگوں تک پہنچی ہیں۔ گوتم کے انتقال کے دو سو سال بعد ان کے احکامات کو ضبط تحریر میں لانے کا عمل شروع ہوا۔ میکس مولر

کے مطابق بھکشوں نے اصل مذہب کے اصول بدل دیئے اور اصل سوتروں کو بدل کر نئے سوتر بنا لیے۔ اس وقت بدھ مذہب کی تین کتابیں رائج ہیں۔ جس پر بدھ مت کی عمارت استوار ہے۔ ان کتب کو تیری پیٹکا (تین ٹوکریاں) کہا جاتا ہے۔ کہنے کو تو یہ تین کتابیں ہیں۔ لیکن ہر ٹوکری میں کئی کئی کتابیں ہیں۔

پہلی پٹک (ٹوکری) کا نام "ونائے پٹک" ہے یعنی ہدایات کی ٹوکری اس میں سنگھ کے احکامات درج ہیں۔ یہ احکام تین ذیلی ضخیم کتب کی صورت میں ملتے ہیں۔ یہ زاہدانہ زندگی کے قوانین کا مجموعہ ہے۔ اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ 350 ق م تک 250 (ق۔م) کے درمیان مرتب ہوا۔ بعض کے خیال میں یہ بدھ کے شاگرد "اپالی" کے ان وعظ اور خطبات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے راج گرہ میں پہلے اجتماع کے انعقاد کے دوران دیئے تھے۔ جو بدھ مت کو فرقہ بازی سے بچانے کے لیے منعقد ہوا تھا۔

دوسری ٹوکری "سوت پٹک" کہلاتی ہے۔ جو بدھ دھرم کے عام پیروکاروں کے لیے زندگی کے رہنما اصول پیش کرتی ہے۔ یہ بھی کئی ذیلی کتب پر مشتمل ہے۔ اس میں حصول نجات کے طریقے اور بدھ مت کے فلسفہ اخلاق پر بدھ کے اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کے مصنف اور زمانہ تصنیف کے متعلق تاریخ میں کسی قسم کی معلومات محفوظ نہیں۔

تیسری ٹوکری "ابھیدم پٹک" بھی نصف درجن سے زائد کتب پر مشتمل ہے یہ زیادہ تر بدھ مت کے فلسفہ اخلاق و مابعد الطبیعات پر مشتمل ہے۔ اس کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ یہ تیسری صدی قبل مسیح کے خاتمہ سے پہلے موجود تھی۔

یہ تینوں بدھ مت کی قدیم ترین کتابیں تسلیم کی جاتی ہیں اور پالی زبان میں ہیں اور اب دنیا کے متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں' اس کے علاوہ "جٹکاس" اور "للت وستارہ" بھی اہم کتابیں ہیں۔ جٹکاس گوتم کی سوانح عمری ہے۔ جبکہ "للت وستارہ" جس کے لفظی معنی "گوتم کے کھیلوں کے مفصل حالات" ہیں۔ اس میں گوتم کی پیدائش سے لے کر حقیقت سے آگاہ ہونے تک کا احوال تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

عقائد اور تعلیمات

بدھ مت کو غیر الہامی مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ بعض کے خیال میں یہ مذہب سے

زیادہ ایک فلسفہ ہے۔ جو خدا کے بارے میں خاموش رہتے ہوئے یہ درس دیتا ہے۔ کہ بام عروج ذات 'رحم اور شریف النفسی کے ذریعہ نجات کی اس سلطنت میں داخل ہو جاؤ جہاں کچھ بھی مشخص نہیں۔

"کرم" اور "نروان" جیسے الفاظ بدھ مت کی شناختی اکائیاں ہیں۔ "کرم" سے مراد وہ اعمال ہیں جن کی مطابقت سے انسان کا دوسرا جنم اپنے خدوخال مرتب کرتا ہے۔ جنم کی صورت پذیری کا یہ چکر تب ختم ہوتا ہے۔ جب "نجات" جیسی عظیم ترین برکت کا حصول ممکن ہو جائے۔

بدھ مت کے نزدیک زندگی خود ایک مصیبت ہے۔ جس میں انسان مبتلا ہو گیا ہے۔ یہ اولین سچائی ہے۔ پیدائش بھی دکھ' بیماری بھی دکھ' اور موت بھی دکھ۔ انسان بیماری' موت اور بڑھاپے کی چٹانوں میں گھرا ہوا ہے۔ صرف سچے دھرم کو اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے سے یہ پہاڑی سلسلہ راستہ دے گا۔" اس لئے انسان کو اپنے تمام جذبات خواہشات اور احساسات کو اس طرح فنا کر دینا چاہئے کہ دوبارہ جنم لینے کا موجب نہ بنے۔ اس طرح انسان "وجود" کی قید سے نکل کر "عدم" یا "فنائے محض" کی حالت میں چلا جائے گا اور یہی "نروان" ہے۔ اور یہی بدھ کے نزدیک انسان کا منتہائے نظر ہے یا ہونا چاہئے۔ لیکن لفظ "نروان" کے مفہوم میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ بنسن' اولڈن برگ اور رہس ڈیوڈس وغیرہ کے مطابق یہ نفس کی ایک حالت ہے جس میں انسان گناہ اور خواہشات سے پاک دنیاوی زندگی سے بے نیاز کامل امن اور سکون سے متمتع ہو۔ لیکن میکس مولر شمت' ہارڈی' سان ہلیر اور برناوف جیسے دانشور اس مبہم تعریف پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ بتاتے ہیں کہ اس سے مراد انسان کا معدوم ہو جانا یا ہستی کی قید سے بالکل آزاد ہو جانا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری اس کی وضاحت یوں کرتا ہے۔ کہ گوتم کے نزدیک روح کا کوئی وجود نہیں جس چیز کا وجود ہے وہ مادہ ہے جو ہر لحظہ اپنی شکل بدلتا رہتا ہے۔ پھلنے پھولنے مرجھانے اور پھر کھل اٹھنے کا عمل اس میں جاری رہتا ہے۔

گوتم نے اپنی زندگی ہی میں اپنے پیروکاروں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا تھا۔ پہلا گروہ "سنگھ" یعنی بھکشوؤں کا ہے۔ جو جماعت الفقراء ہے بھکشو کا مطلب ہے مانگنے والا یا بھکاری جبکہ دوسرا گروہ دنیا داروں کا ہے۔ ان سب کے لیے اہم ترین احکام عشرہ ہیں۔ جو بدھی اخلاقیات میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ احکام "دس شیل" کے نام سے مشہور ہیں۔ پھر ان کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ کے احکام کو "پنج شیل" کہا جاتا

ہے۔ جس کی پابندی ہر بدھ کے پیروکار پر فرض ہے چاہے وہ بھکشو ہو یا عام دنیادار "پنج شیل" میں فرض احکام یہ ہیں۔

(۱) کسی جاندار کو ہلاک نہ کرو (اس حکم کے تحت جانداروں کی حرمت کا اس قدر خیال رکھا جاتا ہے کہ بھکشو لوگ موسم برسات کے تین چار مہینوں میں ہمیشہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں معطل کر کے ایک جگہ ٹھکانہ کر لیتے ہیں اور ممکنہ حد تک چلنے پھرنے گریز کرتے ہیں تاکہ حشرات الارض نہ کچلے جائیں۔)

(۲) جو چیز تمہیں نہ دی گئی ہو اُسے حاصل نہ کرو۔

(۳) جھوٹ مت بولو۔

(۴) نشہ آور اشیاء کا استعمال نہ کرو۔

(۵) ناجائز جنسی تعلقات استوار نہ کرو۔

اس کے بعد دوسرے حصے کے پہلے تین ابتدائی احکام صرف باقاعدہ بھکشوؤں کے لیے ہیں۔ عام دنیادار کے لیے ان کی پابندی لازمی نہیں۔

(۱) رات کو دیر سے اور زیادہ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

(۲) عطر لگانے اور پھولوں کے ہار پہننے پر پابندی ہے۔

(۳) زمین پر سونا منع ہے۔

یہ تین ضابطے پہلے پانچ اصولوں کے ساتھ مل کر "اشٹانگ شیل" (یعنی آٹھ اصول) کی تشکیل کرتے ہیں۔ جس کی پابندی ہر بھکشو پر لازم ہے۔ ریاضت کی بلند منزلوں پر فائز بھکشوؤں کے لیے مزید دو احکامات ہیں۔

(۱) رقص، گائیکی اور تمثیل نگاری کی ممانعت

(۲) چاندی اور سونے کی استعمال پر پابندی

ان احکامات کی پابندی بھکشوؤں کی بنیادی تربیت کا حصہ ہے۔ اور ان سے انحراف کرنے والا کبھی "سنگھ" کا مستقل اور مسلمہ رکن نہیں کہلا سکتا۔

اس کے بعد دس گناہ ایسے ہیں۔ جن سے بچنے کے لیے بدھ مت کے پیروکاروں کو خاص تنبیہ کی گئی ہے۔ یہ گناہ تین درجوں میں منقسم ہیں۔ جن کی تفصیل یوں بنتی ہے۔

(۱) جسمانی گناہ

(i) کسی جاندار کی جان لینا۔ (ii) چوری کرنا (iii) ناجائز جنسی تعلقات

(۲) قولی گناہ

جس کا تعلق زبان سے ہے۔ (i) جھوٹ بولنا (ii) چغل خوری کرنا۔ (iii) غیبت اور بہتان باندھنا (iv) بیہودہ گوئی۔

(۳) فکری گناہ

اس کا تعلق انسان کی قوت فکر اور تصور کے ساتھ بتایا گیا ہے۔

(i) لالچ (ii) حسد (iii) شک (خصوصاً بدھ کی تعلیمات پر شک)

یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ اس کے بعد گوتم نے شش جہات کی حفاظت بذریعہ نیکی کرنے کی ہدایت کی ہے۔ گوتم نے مشرق' مغرب' شمال اور جنوب میں زمین و آسمان کا اضافہ کر کے کل اطراف چھ بیان کئے ہیں۔ آپ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا:۔

"ہر شخص کو چاہئے کہ شش جہات کی حفاظت نیک اعمال کی مدد سے کرے۔ والدین کو مشرق تصور کرے بیوی' بچوں کو مغرب خیال کرے' اساتذہ کو جنوب سمجھے احباب و اعزاء کو شمال کا درجہ دے تمام مذہبی اکابرین کو آسمان جانے اور اپنے خدمت گاروں کو زمین قرار دے۔"

گوتم کے ان جملوں کی نہایت تفصیل سے شرحیں کی گئیں ہیں۔ جو معاشرے کے بنیادی طبقات و تعلق داریوں کے حوالے سے حقوق و فرائض کے دائرہ کا تعین کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں ہدایات کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جسے شمالی اور جنوبی بدھ دونوں مانتے ہیں۔

(۱) والدین اور اولاد کے حقوق و فرائض

(۲) اُستاد اور شاگرد کے قواعد و ضوابط

(۳) میاں بیوی کے باہمی تعلقات کے متعلق احکامات

(۴) عزیز و اقارب اور دوستوں کے حقوق و فرائض

(۵) آقا اور خادم کے حقوق و فرائض

(۶) دنیاداروں اور بھکشوؤں کے لیے احکامات

بدھ مت کا عروج وزوال

بدھ مت کو بہت جلد ہندوستان میں فروغ حاصل ہوا۔ کیونکہ برہموں کی مذہبی اجارہ داری اور معاشرتی تقسیم کے باعث جو استحصالی نظام وجود میں آیا تھا۔ یہ اس پر ایک کاری ضرب تھی۔ نئے دھرم نے امن بھائی چارے' مساوات' رحم لی' پاکیزہ کرداری اور ذات پات کی نفی پر زور دیا تھا۔ جس کے لئے ہندوستان کے لوگ ترس رہے تھے۔ بدھ کی ذاتی شخصیت کے علاوہ خوش قسمتی سے اشوک' کنشک اور ہرش جیسے عالی ہمت مہاراجوں کی سرپرستی بھی اسے حاصل ہوگئی اور انہوں نے اس مذہب کو پھیلانے میں ہر ممکن طریقہ اختیار کیا۔ اس کے ساتھ بدھ مبلغین نے بھی دور دراز کے سفر کئے اور لوگوں کو بدھ کا پیغام پہنچایا' بدھ مت کے کثرت سے قبول عام بننے کا ایک سبب اس کا عوامی زبان میں ہونا بھی تھا کیونکہ ہندو مت سنسکرت زبان میں تھا اور اس کا سمجھنا عوام کے لیے بہت مشکل تھا۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں بدھ مت لنکا سے لے کر چین اور افغانستان تک پھیل گیا۔ بدھ مت کا یہ دور عروج پانچ سو سال تک باقی رہا۔ سندھ پر محمد بن قاسم کے حملہ سے صرف نوے برس پہلے یہاں ہر طرف بدھ مت کا چرچا تھا۔ لیکن راجہ ہرش کی آنکھ بند ہوتے ہی حالات نے پلٹا کھایا' ملک میں راجپوتوں کی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ ہندو مت کو از سر نو فروغ ملا اور بدھ مت اور جین مت کی خاک اڑ گئی رہی سہی کسر مسلمانوں کے حملوں نے پوری کر دی اور تاریخ عالم میں ایک ایسی ہجرت کا واقعہ رونما ہوا جس میں نہ صرف پیروکار بلکہ ایک مکمل مذہب اپنی پیدائشی سرزمین چھوڑ کر اجنبی ملکوں میں جا وارد ہوا۔

بدھ مت کے زوال میں اگر ایک طرف ہندو حکمرانوں کے جارحانہ رویئے' ہن حملہ آوروں کی سفاکی کو اہم سبب قرار دیا جاتا ہے' تو اس کے ساتھ بدھ مت میں مذہبی اختلافات' بھکشوؤں کی دنیاداری اور بدھ مت کی جانداروں پر رحم لی' عدم تشدد کے فلسفہ کا بھی بہت عمل دخل رہا۔ جس کی وجہ سے وہ کسی قابل ذکر مزاحمت کا اہتمام نہ کر سکے۔

بدھ مت کے مختلف فرقے

بدھ مت کے زوال کا ایک اہم سبب آپس میں اختلافات کو بتایا جاتا ہے۔ مگر بدھ مت میں اختلافات مہاتما کی زندگی میں ہی پیدا ہو چکے تھے۔ جب مگدالی نامی بھکشو کو کسی ضابطہ کی

خلاف ورزی کرنے پر مجرم قرار دیا گیا اور اس نے اپنا جرم ماننے سے انکار کیا۔ اس پر سنگھ دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ مگدالی اور ان کے حامی اور مخالف دونوں گروہ علیحدہ علیحدہ مذہبی فرائض ادا کرنے لگے' گوتم ان لوگوں کو سمجھانے بجھانے خود آیا' مگر وہ راہ راست پر نہیں آئے' تو آپ نے انتہائی دل گرفتگی سے فرمایا۔ نادانوں سے دوستی ممکن نہیں اور مغرور' خود غرض' جھگڑالو اور ہٹ دھرم لوگوں کے ساتھ رہنے سے تنہائی بہتر ہے۔

بدھ مت کی ابتدائی تاریخ میں روایت پسندوں کا فرقہ ''استھوروادن'' (سلفاء کی تعلیمات کا پیروکار) اور جدت پسندوں نے خود کو ''مہا سنگھک'' عظیم جماعت کے ارکان قرار دیا۔ بعد کی تاریخ میں یہ دونوں فرقے مزید نئے فرقوں میں بٹ گئے اور ان کی تعداد اٹھارہ تک پہنچ گئی لیکن اس وقت عملی سطح پر جو فرقے اپنے مکتب فکر کے حقیقی ترجمان کے حیثیت سے زندہ ہیں وہ ہنایان اور مہایان ہیں۔

ہنایان فرقہ

یہ فرقہ روایت پسندوں کا نمائندہ ہے۔ یہ وہی فرقہ ہے جسے ''استھوروادن'' یا پالی زبان میں ''تھیر وادی'' کہا جاتا ہے۔ اس کے پیروکار بدھ مت کی دوسری ٹوکری ''سوت پٹک'' میں بیان ہوئے احکامات کے پابندی کرتے ہیں اور بدھ کی قدیم ترین افکار اور تعلیمات پر خالص انداز میں عمل کرنے کے دعویدار ہیں۔ اس کے پیروکار سری لنکا۔ برما۔ ملائیشیا۔ جاوا' ویت نام اور تھائی لینڈ وغیرہ میں آباد ہیں۔ تھائی لینڈ کی چند بدھی خانقاہیں' منادر اور سری لنکا کا دانت کا مندر ہنایانی پیروکاروں کی خاص زیارت گاہیں ہیں۔ ان کے بھکشو اپنے گھر یا مندر میں براجمان ہو کر بدھ کی مورتی کو خراج عقیدت تو ضرور پیش کرتے ہیں لیکن خدا یا دیوتا کی طرح اس کی پوجا نہیں کرتے۔ برما' تھائی لینڈ میں بدھ اعتقاد کا حامل ہر نوجوان اپنی تعلیم کے ایک ضروری مرحلے اور اہم حصے کے طور پر چند ہفتے یا مہینے خانقاہ میں بسر کرتا ہے۔ ''ہنایان'' کو بطور طنز اس نام سے موسوم کیا گیا۔ ''ہنایان'' کے لفظی معنی ''چھوٹی گاڑی'' کے ہیں۔ کیونکہ اس کے ارکان اپنی ذات کو تکمیل کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یکے بعد دیگرے تین انسانی زندگیوں میں محنت کرنے سے نروان حاصل ہو جاتا ہے۔ تمام تغیرات کے باوجود گوتم نے عدم تشدد یعنی اہنسا کی جو تعلیم دی ہے اس کے اثرات اب بھی ان پر باقی ہیں۔

ہنایان فرقے کی مذہبی کتب پالی زبان میں ہیں۔ان کے بھکشو آج کل بھی بھیک مانگ کر پیٹ پالتے ہیں اور بدھ کی جملہ تعلیمات پر عمل کرتے ہیں بدھ معاشرے میں ان کو انتہائی احترام اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

(۲) مہایان فرقہ

مہایان کا مطلب ہے۔''بڑی گاڑی'' جس سے مراد یہ ہے کہ اس بڑی گاڑی میں سوار ہو کر جلد نروان حاصل کیا جا سکتا ہے اور تین انسانی زندگیوں کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔یہ فرقہ نیپال' تبت' چین' کوریا' منچوریاں' منگولیا اور جاپان میں بہت پھیلا ہے۔اس فرقے میں ہر شخص کو داخل ہونے کی اجازت ہے چاہے وہ مہاتما کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو یا نہ ہو۔لیکن ہنایان فرقے میں مخصوص لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔یہ فرقہ بھی اس امر کا دعویدار ہے کہ وہ بدھ کی صحیح تعلیمات پر کاربند ہیں۔

اس فرقے میں گوتم کی پوجا کی جاتی ہے اور متعدد دیگر اشخاص کو بھی معبود کا درجہ دیا گیا ہے جنھیں گوتم کا اوتار سمجھا جاتا ہے۔ایک خیال کے مطابق مسیحی عہد کی ابتدا میں مہاتما بدھ کے بت کی پوجا شروع ہو چکی تھی۔بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس فرقہ نے بدھ مت کو ہندو مت کے رنگ میں رنگ دیا ہے۔انہوں نے گوتم کو ایک استاد یا پیغمبر سے بڑھا کر دیوتا کے رتبہ تک پہنچا دیا ہے۔چنانچہ مہایان فرقے میں سنسار اور نروان کی دوئی مٹ گئی۔اعلیٰ اخلاقیات کی اہمیت کم ہوئی اور سخت ریاضتوں کا تصور بے معنی ہو کر رہ گیا۔چنانچہ اس فرقے کی بھکشوانہ زندگی زیادہ اہم نہیں' اس کے پیروکار عموماً عام لوگوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔جنت دوزخ کا تصور بھی ان کے یہاں ایک حد تک نظر آتا ہے۔ان کے مذہبی کتب سنسکرت میں ہیں۔اس فرقے میں میتر یا' منجوسری' اولوکیتیشور انتہائی مبارک ہستیاں ہیں جن کی پوجا کی جاتی ہے۔تاہم ان میں میتر یا بہت مبارک ہے۔

بعثت نبوی ﷺ پر گواہی

مہایان کے عقیدے کے مطابق گوتم 'میتر یا'' کی صورت میں پھر آئیں گے۔اپنے اصول اور تعلیمات کی اشاعت کریں گے۔اس لئے اب بھی ان کے یہاں 'میتر یا'' کے بت مجسمہ ہیں جن کی اس قدر پرستش کی جاتی ہے کہ وہ ایک روز دوبارہ آنے والا ہے۔جس

کے لبوں پر مسکراہٹ ہے اور تمام آنے والوں کو خوش آمدید کہہ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گلدستہ ہے۔ جس کا ہر پھول ایک ہزار سال کو ظاہر کرتا ہے۔ جو گوتم نے سخاوت اور رحم دلی کے کاموں میں گزارے ہیں۔ دوسرے ہاتھ میں ایک تھیلا ہوتا ہے۔ جس میں بہت سی عمدہ عمدہ چیزیں ہوتی ہیں جو اس دنیا میں آنے کے بعد لوگوں میں تقسیم کی جائیں گی۔

مہایان شارحین کے مطابق جب گوتم نروان کے بعد والد کے بار بار طلب کرنے پر واپس کپل وستو آیا' تو بھکشوانہ لباس میں ملبوس تھا اور کاسہ گدائی ہاتھ میں لیے ہوئے تھا۔ تو اس پر والد نے انھیں ملامت کیا کہ شہزادوں کے جسم پر یہ فقیرانہ لباس نہیں جچتا' تو آپ نے فرمایا کہ میں شاہی خاندان سے نہیں بلکہ میں عظیم بدھوں کے سلسلے کا رکن اور ان کے افراد خانہ میں سے ہوں۔ مہایانی شارحین کے نزدیک اس فقرے کے معنی یہ ہیں کہ گوتم سے پہلے بھی بہت سے بدھ آچکے ہیں اور ان کے بعد بھی بدھ آئیں گے۔ اس بنا پر یہ کہا جانے لگا کہ ایک بدھ دنیا میں آتا ہے جو حقیقت اور سچائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ لیکن جب دنیا اس کی تعلیمات کو بھول کر گمراہی کا شکار ہو جاتی ہے تو دوسرا بدھ آ کر رہنمائی کرتا ہے۔ اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ گوتم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ چوبیسویں بدھ تھے جنہوں نے انسانیت کو فلاح کا راستہ دکھایا۔

چینی زبان میں میتریا کا تلفظ ''می لے فوسا'' ہے می لے فوسا سنسکرت کے میتریا کی ہی انتہائی مسخ شدہ صورت ہے۔ چینیوں کے مطابق یہ ''رحمت کا بیٹا'' ہے۔ ارضی بدھ کے کردار میں یہ شاکیہ منی کی جانشین شخصیت ''اے یی'' (AYI) کے نام سے مشہور ہوئی۔ جو بدھ کا شاگرد تھا۔ کچھ دیگر کے خیال میں وہ شاکیہ منی کے مذہبی زندگی شروع کرنے کے دور میں آسمان پر پیدا ہوا۔ یعنی اس دور میں جب انسان کا عرصہ حیات سو برس تھا۔ تب سے وہ تشت میں بودھستو بن کر مقیم ہے اور بدھ بننے تک وہیں رہے گا۔ شی وی (شراوستی) کے قصبہ میں شاکیہ کی اپنے شاگردوں کے سامنے پیش گوئی کے مطابق یہ موقع اس وقت آئے گا۔ جب انسانی زندگی 84 ہزار برس کی ہو جائے گی یعنی پانچ ارب 67 کروڑ سال کے بعد۔ شاکیہ نے یہ بھی بتایا کہ وہ کس نام کے قصبے میں کس بادشاہ اور ملکہ کے گھر جنم لے گا۔ اس کی ماں کا نام ''فاوٗمایوئے'' اور باپ کے نام ''سیو وفاما'' ہوگا۔ ماں دنیا میں خوبصورت ترین عورت ہوگی اس کے ہونٹ پنکھڑیوں جیسے اور سانس صندل کی خوشبو سے لبریز ہوں گے۔ شاکیہ (گوتم) کی طرح میتریا بھی اپنی ماں کی دائیں پہلو سے جنم لے گا۔ بعد ازاں میتریا چوراسی ہزار

برس تک جیئے گا اور اس کا قائم کردہ قانون اس کے زوال کے بعد اتنے ہی عرصہ تک رہے گا۔

"میتریا" کی آمد اور دنیا کو امن چین وسکون کا گہوارہ بنانے کے لیے بدھ مت میں اور بھی بہت سی عجیب وغریب روایات نقل کی گئی ہیں۔ جن کا لب لباب یہ ہے کہ رحمت کا بیٹا آئے گا۔ موت سے قبل گوتم نے اپنے چہیتے شاگرد آنند پر "دیوجی مل راج" کے شال باغ میں اپنا علم سے معمور سینہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا اور اپنے شاگرد آنند سے کہا کہ میں پہلا بدھ نہیں ہوں' جو زمین پر آیا' نہ میں آخری بدھ ہوں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ آئے گا۔ جو مقدس منور قلب' عمل میں دانائی سے لبریز' مبارک' عالم کائنات' انسانوں کا عدیم النظیر سردار ہوگا۔ جو غیر فانی حقائق میں ظاہر کر رہا ہوں وہ بھی وہی ظاہر کرے گا۔ وہ ایک مکمل خالص مذہبی نظام زندگی کی میری طرح تبلیغ کرے گا۔ تو آنند نے پوچھا کہ ہم اسے کس طرح پہچانیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا وہ "میتریا" کے نام سے موسوم ہوگا۔ اور "میتریا" کے معنی بدھ بھکشو اور علماء "رحمت" کے نام سے کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جملہ انبیا کرام میں "رحمت للعالمین" صرف حضرت محمد ﷺ کی مبارک ہستی ہے۔ جو بدھ کی پیش گوئی پر پورا اترتی ہے۔

کیا گوتم پیغمبر تھے؟

اس سلسلے میں جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں اگرچہ یہود ونصاریٰ کا ذکر موجود ہے لیکن ہندومت اور بدھ مت کی طرف اشارہ نہیں ملتا۔ لیکن نصاریٰ اور یہود کے ساتھ صابئین کا ذکر بھی ہے۔ جس سے دیگر مذاہب مراد لیے جاتے ہیں۔ جنھوں نے اپنی اصل تعلیمات کو کھو دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"اور ہر اُمت کے لیے ایک رسول ہے۔ سو جب ان کا وہ رسول آ چکتا ہے ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا" (سورہ یونس آیات 47)۔ یعنی ہر امت میں ہم رسول بھیجتے رہے۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی تقریباً یہ مضمون دہرایا گیا ہے۔ کہ ہر قوم میں ایک ہادی بھیجا گیا ہے۔" اور یہاں گوتم کی ذات پر اس قدر دبیز پردے پڑ چکے ہیں کہ ہمیں ان کا صحیح نام اور تاریخ ولادت تک معلوم نہیں' تو ہم حتمی طور پر کوئی بات کہہ نہیں سکتے۔ تاہم اگر اس امر میں صداقت ہے۔ کہ گوتم سالہا سال تک "گیا" کے مقام پر مراقبہ میں مستغرق رہے' پھر اچانک اسے ایک ایسی روشنی نظر آئی جس کی برکت سے زندگی کے الجھے

ہوئے مسئلے حل ہو گئے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو یقیناً اس روشنی کے منبع یعنی وحدانیت کو بھی پہچان لیا ہوگا اس پر پختہ ایمان بھی لے آیا ہوگا۔ اُسی وحدانیت کی تبلیغ بھی کرتا رہا ہوگا' اسی کے نور معرفت سے لوگوں کے بے چین اور مضطرب دلوں کو سکون و قرار کی دولت سرمدی سے مالا مال کرتا رہا ہوگا۔ پھر کچھ عرصہ بعد دیگر پیغمبران توحید کی تعلیمات کی طرح اس کی تعلیمات میں بھی تحریف و تبدّل کا دروازہ کھل گیا ہوگا اور اس کے دین توحید کو اس کے مفاد پرست پرستاروں اور عقیدت مندوں نے کیا سے کیا بنا دیا ہوگا۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں پھر سب من گھڑت افسانے ہیں جن کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ کوئی وجود۔

ماخذ

(۱) قرآن مجید' ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی' تفسیری حواشی' مولانا صلاح الدین یوسف' شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عرب

(۲) ضیاء النبیؐ (جلد اوّل) پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' طبع چہارم

(۳) النبی الخاتم ؐ' مولانا مناظر احسن گیلانی' الفیصل ناشران و تاجران کتب' لاہور' جنوری ۱۹۹۵ء

(۴) الجہاد فی الاسلام' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' مارچ ۱۹۸۱ء

(۵) مذاہب عالم' ایس۔ ایم' شاہد' ایورنیو بک پیلس' لاہور

(۶) مذاہب عالم' احمد عبداللہ' مکی دار الکتب' لاہور' جنوری ۲۰۰۲ء

(۷) ادیان کا تقابلی مطالعہ' تاج کتب خانہ' قصہ خوانی' پشاور

(۸) مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا' لیوس مور' مترجم' یاسر جواد/ سعدیہ جواد' نگارشات۔ لاہور' ۲۰۰۲ء

(۹) گوتم بدھ (راج محل سے جنگل تک) مصنف: کرشن کمار' ترتیب و ترمیم' خالد ارمان' نگارشات' لاہور' ۲۰۰۲ء

(۱۰) گوتم بدھ' زندگی اور افکار' محمد حنیفؔ' آزاد انٹر پرائزیز' لاہور

(۱۱) فاہیان کا سفر نامہ ہند' مترجم' یاسر جواد' تخلیقات' لاہور' ۲۰۰۰ء

(۱۲) ہندوستان کا شاندار ماضی' اے ایل باشم' نگارشات' لاہور' ۲۰۰۱ء

(۱۳) ہندوستانی تہذیب کی داستان' اے۔ ایل باشم' نگارشات' لاہور' ۲۰۰۲ء

(۱۴) اگر اب بھی نہ جاگے تو...... شمس نوید عثمانی' صدیقی ٹرسٹ' کراچی ۱۹۹۲ء

(۱۵) فیروز سنز اُردو انسائیکلو پیڈیا' (تیسرا ایڈیشن) فیروز سنز' لاہور

(۱۶) مقدس مورتی' قمر اجنالوی' مکتبہ القریش' لاہور' [illegible]

مجوسیت ایک مطالعہ

اور

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی گواہی

مجوسیت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی

زرتشتی مذہب کے پیروکاروں کو اہل عرب مجوسی کے نام سے پکارتے ہیں۔ آپؐ نے کسریٰ ایران کے نام جو نامہ مبارکہ ارسال کیا تھا۔ اس میں آپؐ نے لکھا تھا۔ ''اگر تو انکار کرے گا تو تمام مجوسیوں کا وبال تجھی پر پڑے گا'' تاہم مجوسی کے علاوہ انھیں زرتشتی بھی کہا جاتا تھا۔ جبکہ برصغیر پاک وہند میں انھیں پارسی کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔

زرتشت کی آمد سے قبل ایران میں ایک نبی کی آمد کا چرچا تھا۔ کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ جو''اہرمن'' کے مذہب کو مٹائے گا اور ایک نیا مذہب رائج کرے گا۔ روایت ہے کہ جب زرتشت پیدا ہوا' تو دوسرے بچوں کی طرح رونے کی بجائے وہ ہنسنے لگا۔ ان کی ہنسی بلکہ قہقہوں کی آواز ان سب عورتوں نے سنی' جو ولادت کے وقت وہاں موجود تھیں۔ ان کی ولادت پر بدروحوں نے بہت اودھم مچائی اور انہوں نے نومولود زرتشت کو مارنے کی کئی بار کوشش کی مگر انھیں کامیابی نصیب نہ ہوسکی اور زرتشت ان کی شر سے محفوظ رہا۔ ''ژنداوستا'' اور ''ویندی داد'' میں لکھا ہے۔

''وہ بدخصلت شیطان چیختے چلاتے ہوئے بھاگے' آؤ ہم آری سورا کے سر پر جمع ہو جائیں کیونکہ وہ مقدس زرتشت' پوروشاسپ کے گھر ابھی ابھی پیدا ہوا ہے۔ ہم اسے مارنے کی تدبیر کریں' وہ ایک ہتھیار ہے جو دشمنوں پر گرتا ہے۔''

اس دور کا حکمران خسرو دوران سردن جو متشدد قسم کا سحر پرست' بت پرست اور اہرمن پرست تھا۔ وہ بھی کاہنوں سے ایران میں ایک نبی کے ظہور کی خبر سن چکا تھا۔ جب اُسے زرتشت کے معجزہ نما پیدائشی قہقہے کی خبر ہوئی تو وہ زرتشت کے گھر پہنچا اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دے۔ لیکن جلاد نے جوں ہی تلوار اٹھائی تو اس کا ہاتھ سوکھ گیا۔ اس کے بعد اہرمن پرست جادوگروں نے بھی ان کے مارنے کی متعدد بار کوششیں کیں لیکن وہ ہر بار ناکام رہے۔

زرتشت کو کبھی آگ میں ڈالا گیا' کبھی اسے بیلوں کے پیروں تلے روندنے کے لیے ڈالا گیا کبھی اُسے بھیڑیوں کے آگے پھینکا گیا لیکن اسے کوئی گزند نہیں پہنچی اور ہر بار وہ معجزانہ طور پر محفوظ رہا اور دشمنوں کی تمام تدبیریں اکارت ہو گئیں۔

جس زمانے میں زرتشت مبعوث ہوئے اس زمانے میں ایرانی مظاہر پرستی کا شکار تھے۔ روشنی' شفاف آسمان' آگ' ہوائیں' حیات بخش بارشیں' ان سب کی مقدس معبودوں کی طرح پرستش کی جاتی تھی۔ جبکہ ظلمت اور قحط سالی کو ملعون دیو تصور کیا جاتا تھا۔

اس مشرکانہ نظام میں آسمان کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ سورج کو آسمان کی آنکھ کہا جاتا تھا اور روشنی کو آسمان کا فرزند سمجھا جاتا تھا۔ آسمانی دیوتا وارونا (Varuna) جسے یونانی یورانس (Ouranos) کہتے تھے۔ اس کو سب سے بڑے خدا کی حیثیت سے پوجا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ میتھرا (Mithere) جو روشنی کا دیوتا تھا۔ اس کی بھی پوجا کی جاتی تھی۔ ''وارونا'' اور ''میتھرا'' کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ انسانوں اور دلوں کے حالات اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ اس مظاہر پرستی کے دور میں زرتشت نے جنم لیا۔

اگرچہ کچھ عرصہ قبل زرتشت ایک افسانوی شخصیت سمجھا جاتا تھا' جس کا حقیقت سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ لیکن اب ایسے دلائل اور شواہد دستیاب ہوئے ہیں۔ جن کی بنا پر موجودہ دور کے مورخین اور محققین نے ان کی شخصیت کو تسلیم کر لیا ہے۔

زرتشت کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مورخین اور محققین کے مابین کافی اختلاف ہے۔ بعض مورخین کی رائے میں وہ ایک ہزار سال قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔ بعض نے چھ سو ساٹھ قبل مسیح اس کا سال پیدائش متعین کیا ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی تاریخ پیدائش 628ء (ق۔م) ہے۔ بیشتر قدیم یونانی مصنفین اسے ایک ہزار سال قبل مسیح اور 6 سو قبل مسیح کے درمیان بتاتے ہیں۔ دیگر اسے سکندر اعظم سے تقریباً تین سو سال قبل بتاتے ہیں۔ اگرچہ اس کے بارے میں کوئی واضح ریکارڈ موجود نہیں۔ البتہ ساتویں صدی قبل مسیح سے بعد کی تاریخ مذہب کے تاریخی ارتقاء کی روشنی میں زیادہ مستند نظر آتی ہے۔

زرتشت آذربائیجان کا باشندہ تھا۔ اس کی پیدائش یورو ما (Urumia) جھیل کے مغربی کنارے پر ایک قصبہ میں ہوئی۔ اس کے والد کا نام ''پوروشاسپ'' اور والدہ کا نام ''ڈیودھا''

تھا۔ اس کا خاندان اسپتیاما ایک معزز جنگجو خاندان تھا۔ جس کا رشتہ قدیم فارس کے شاہی خاندان سے ملتا ہے۔ لیوس مور کے مطابق زرتشت نام کے معنی ہیں۔ ''اونٹوں کے ملک'' یہ نام ظاہر کرتا ہے کہ ان کا گھرانہ خانہ بدوش گھرانہ تھا۔ تاہم اس کے ابتدائی زندگی کے بارے میں ہمارے پاس بہت کم معلومات ہیں۔

بعض مورخین کے مطابق زرتشت کا تعلق اپنے علاقے کی مذہبی رہنماؤں کی جماعت سے تھا اور خود زرتشت نے بھی پروہت بننے کی تربیت حاصل کی تھی۔ ان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے اور خود ''گاتھاؤں'' میں ان کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے' کہ وہ اوائل عمر ہی سے غور وفکر کے شائق اور حقیقت کے متلاشی تھے۔ روایت ہے کہ تقریباً پندرہ سال کی عمر میں انہوں نے صحرا کے اندر خلوت نشینی اختیار کر لی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک پہاڑ پر انہوں نے تنہائی میں طویل مدت تک چلہ کشی کی تھی۔ بہرحال مختلف ذرائع سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اپنی پیغمبری کے اعلان سے قبل انہوں نے طویل زمانہ حقیقت اعلیٰ کی تحقیق وجستجو اور اس سے وصال حاصل کرنے کی تمنا میں گزارا۔ حقیقت اعلیٰ کی جستجو میں ان کی وابستگی اور جوش وجذبے کا اندازہ ان کے کلام سے بھی ہوتا ہے۔ جو ''اوستا'' میں محفوظ ہے۔ مثال کے طور پر چوالیسویں یاسنا ملاحظہ ہو۔ جس کا زیادہ تر حصہ زرتشت کی بے تابانہ جستجو کا مظہر ہے۔

''خداوند! میرا تجھ سے یہ سوال ہے مجھے سچ سچ بتا دے۔ وہ ذات قدیم کون ہے۔ جو پیدائش کے ذریعہ حقیقت کی خالق ہے؟ وہ کون ہے جس نے سورج اور ستاروں کے راستے مقرر کئے ہیں؟ تیرے سوا وہ کون ہو سکتا ہے جو چاند کو گھٹانے اور بڑھانے کا ذمہ دار ہے؟ یہ مجھے معلوم کرنا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں بھی۔''

زرتشت جب جوان ہوا تو انتہائی پرہیزگار اور متقی انسان تھا۔ اور ان سے متعدد معجزات کا ظہور ہو چکا تھا۔ وہ اہرمن پرستی' جادوگری اور بت پرستی کا شدید مخالف تھا۔ کیونکہ وہ اسے شرک سمجھتا تھا۔ وہ شب وروز ذکر الٰہی اور عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ غریبوں محتاجوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کو انہوں نے اپنا شعار بنا لیا تھا۔ ''ژنداوستا'' سے مترشح ہوتا ہے کہ اس نے صلوٰۃ وزکوٰۃ کے نظام کو قائم کرنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن وہ تارک الدنیا ہرگز نہیں تھا۔ ان کی زندگی پر مبنی ادب ہمیں بتاتا ہے کہ ان کی تین بیویاں اور چھ بچے تھے۔

آتش پرست پارسیوں کے نزدیک زرتشت کو تیس برس کی عمر میں معراج ہوئی۔ پارسی

روایات کے مطابق زرتشت جب ایران میں داخل ہوا تو ایک دن دریا "وائتی" کے کنارے غسل کے بعد جب انہوں نے صاف ستھرا لباس پہنا اور بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہوا تو اس وقت "بہرام" نام کا سب سے بڑا فرشتہ نورانی لباس میں ظاہر ہوا' اور انھیں مختصر سوال و جواب کے بعد جنت لے گیا۔ وہاں انھیں مختلف مظاہر کا مشاہدہ کرایا گیا۔ یزداں نے انھیں جنت' دوزخ اور ان کے اسرار سے آگاہ کیا۔ حور و قصور اور فرشتے دکھائے اور انھیں علوم و اسرار کا عارف بنا دیا۔ اس کے بعد زرتشت نے یزداں سے پوچھا "لوگ تیری حمد و ثنا کیسے کریں؟ اور ان کا قبلہ کون ہو؟ تو جواب ملا "مخلوق کو آگاہ کرو کہ میری عبادت کے وقت منور اور مقدس شے یا مقام کی طرف منہ کریں۔ تاکہ اہرمن (شیطان) ان سے دور رہے۔ نور سے دنیا میں بہتر کوئی شے نہیں۔ اس لئے میں نے نور سے بہشت اور حوریں بنائیں اور ظلمت سے دوزخ بنایا۔ اس کے بعد یزداں نے زرتشت کو "ژنداوستا" سکھائی اور حکم دیا کہ اسے شاہ و گدا' عوام اور خواص سب کو سناؤ اس کی تعلیمات سکھاؤ' تاکہ اس پر عمل پیرا ہو کر جادو گری' شرک اور بت پرستی چھوڑ دیں۔

معراج سے واپسی پر زرتشت دعوت و تبلیغ کے کام میں ہمہ تن مشغول ہو گیا لیکن اس کو سخت مخالفت اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ان کے خاندان کے عزیزوں' رشتہ داروں بلکہ قبیلے نے نہ صرف ان کے تعلیمات کو ٹھکرایا بلکہ ان سے قطع تعلق بھی کر لیا "یاسنا اکیاون" میں اس پر آشوب دور کی تصویر یوں دکھائی گئی ہے جس میں زرتشت کافی مغموم اور غمزدہ نظر آ رہا ہے۔ "میں کس سرزمین کا رخ کروں اور کہاں جائے فرار اختیار کروں؟ میرے خاندان اور میرے قبیلے نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ نہ تو ملک اور نہ ہی گانوں کے ظالم حکمرانوں سے مجھے کوئی خیر کی اُمید ہے۔ اس صورت حال میں خداوند! میں کس طرح تیری تائید و نصرت حاصل کروں۔"

زرتشت کی مخالفت اور مزاحمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دس سال کی طویل صبر آزما تبلیغ کے بعد صرف ایک شخص "میدھیوما" ان پر ایمان لایا تھا۔ جو ان کا رشتہ دار تھا۔ آخر اپنے ہم وطنوں سے مایوس ہو کر انہوں نے مشرقی ایران (باکتریا) کا سفر اختیار کیا۔ جہاں کا حکمراں "وشتاسپ" تھا۔ جس کا پایہ تخت بلخ تھا اور اس کا سلطنت موجودہ خراسان اور شمالی افغانستان تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ وہی "وشتاسپ" ہے جس کو فردوسی نے اپنے شاہنامہ

میں گشتاسپ کے نام سے یاد کیا ہے۔

زرتشت نے کئی سال گشتاسپ کے دربار میں قیام کیا۔ اس عرصہ کے دوران پجاریوں نے اس کے خلاف سازش کر کے اُسے قید کر دیا۔ تاہم بعد میں بادشاہ نے نہ صرف اسے رہا کر دیا بلکہ اس نئے مذہب کو بھی قبول کر لیا۔ بعض داستانوں کے مطابق زرتشت کو یہ کامیابی اس وقت حاصل ہوئی جب ان کے علاج سے بادشاہ کا پسندیدہ گھوڑا تندرست ہوا' اس طرح گشتاسپ اور اس کا پورا دربار اور سلطنت ان کی تعلیمات پر ایمان لے آئی۔ گشتاسپ کی سرپرستی اور حمایت حاصل ہونے کے بعد ان کا مذہب تیزی سے آریائی لوگوں کے خطے میں پھیلتا گیا۔ بعض اوقات مقدس جنگوں کی وجہ سے بھی تبدیلی مذہب کی شرح میں اضافہ ہوا۔ اب زرتشت نے بلخ کو اپنا مرکز بنایا' توران کے ساتھ ایک جنگ کے دوران اُس شہر پر حملہ کیا گیا جس میں زرتشت قیام پذیر تھا۔ دشمن کے ایک سپاہی نے ستر سالہ بوڑھے پیغمبر کو آتش دان میں مقدس آگ کی شعلوں کی پوجا کرتے ہوئے پایا اور اُسے شہید کر دیا۔ مگر شہادت کی وقت ان کا مذہب جڑ پکڑ چکا تھا اور آنے والے صدیوں میں وہ ایران میں ایک گھنے شجر سایہ دار کی طرح پھیلتا ہی رہا مگر بہت جلد اس شجر سایہ دار میں تحریف کا دیمک لگ گیا' بظاہر تو یہ شجر سایہ دار سرسبز وشاداب نظر آ رہا تھا مگر اب یہ اندر سے بالکل کھوکھلا ہو چکا تھا اس لئے وقت کی تغیر کے ایک ہی جھکڑ سے یہ درخت گر گیا اور اپنی جڑوں سے اکھڑ گیا۔

دینی ادب

''ژنداوستا'' اس مذہب کی مقدس کتاب سمجھی جاتی ہے' بعض کے خیال میں اصل کتاب ''اوستا'' ہے اور ''ژند'' اس کی تفسیر ہے۔ جبکہ بعض ''ژند'' کو اصل کتاب اور ''اُوستا'' کو تفسیر قرار دیتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا خیال ہے۔ کہ ''ژند'' سب سے قدیم کتاب ہے۔ اور اس کے معنی چقماق کے اس جزو کے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے۔ جب یہ زبان گردش زمانہ کے ساتھ مردہ ہو گئی تو اس وقت کی مروجہ زبان میں اس کی شرح لکھی گئی۔ جس کا نام ''پاژند'' رکھا گیا' ''پاژند'' چقماق کے دوسرے حصے کو کہتے ہیں اور ''ژند'' کے ''پاژند'' کے ساتھ ٹکرانے سے گویا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔ جب ''پاژند'' بھی قابل فہم نہ رہی' تو اس کی شرح لکھنی پڑی جس کا نام ''اُوستا'' رکھا گیا۔ جبکہ دیگر محققین کے مطابق اصل کتاب ''اوستا'' ہے۔ ژند اضافی لفظ

ہے۔ جس کے دو معنی ہیں۔ ایک تو وہ زبان جو پہلوی سے قبل ایران میں رائج تھی۔ اس اعتبار سے "ژند اوستا" کے معنی ہوں گے۔ ژند زبان کی اوستا" جبکہ "ژند" کے دوسرے معنی تفسیر کے ہیں تو اس لحاظ سے اس کے معنی "اوستا کی تفسیر" کے ہوں گے۔

"ژند" زبان کا شمار اب مردہ زبانوں میں ہوتا ہے۔ "اَوستا" یا "ژند" پہلوی زبان میں ہے۔ پھر اس کتاب کی زبان بھی ایک سی نہیں ہے۔ اس میں "گاتھاؤں" کی زبان اور ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہی حصہ اپنی موجودہ مسخ شدہ صورت میں جناب زرتشت کا ہے۔ باقی قدیم ایرانی کتابوں کا مرکب سا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کی اصلیت کے متعلق ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا جو کچھ معلوم ہو چکا ہے وہ اس قدر ہے کہ ہخامنشیوں کے عہد میں اسے مرتب کیا گیا تھا۔ اور بیل کے بارہ ہزار ہڈیوں کے ٹکڑوں پر یہ سنہری حروف میں لکھی ہوئی تھی ہخامنشیوں کے زوال کے بعد اس کا بہت سا حصہ ضائع ہوگیا اور بہت کم محفوظ رہا۔ ایس۔ ایم' شاہد کے مطابق پانچویں صدی قبل از مسیح ایران میں زرتشتی مذہب کے (70) ستر کے قریب مختلف فرقے موجود تھے جن میں ہر فرقے کے ساتھ اپنی اپنی کتاب تھی۔ ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اصلی اوستا صرف اسی کے پاس ہے اور دوسرے فرقے کی اَوستا جعلی ہے۔ کیونکہ ہر فرقے کی اَوستا دوسرے فرقے کی اَوستا سے مختلف تھی۔ آخر کار شاہ ایران ارتخشاہ (Artaxeues) نے ان اختلافات کو مٹانے کے لیے چار سو پچاس ق۔م کے قریب ایک عظیم الشان کونسل منعقد کی اس کونسل میں اسی ہزار کے قریب مغ (پجاری) اطراف و کناف سلطنت سے شامل ہوئے تاہم حتمی فیصلہ کرنے کے لیے صرف سات مقدس مغ منتخب کیے گئے جو اپنے زہد و اتقا اور علم و بصیرت کی بنا پر معتمد علیہ تصور کیے جاتے تھے۔ گبن کے مطابق ان سات مغوں میں سے ایک مقدس نوجوان "ادوادیرف" کے سامنے آتشیں شراب کے تین پیالے پیش کیے گئے۔ ان کے پینے کے بعد وہ نوجوان ایک لمبی اور گہری نیند سو گیا۔ بیدار ہونے کے بعد اس نے بادشاہ اور دیگر حاضرین کو بتایا کہ اس نے کس طرح آسمانوں کی سیر کی ہے۔ مقدس دیوتاؤں سے اس کی ملاقات ہوئی' سننے والوں کے شک وشبہ کے خیالات اس نوجوان کی مافوق الفطرت شہادت آسمانی کے سامنے دب گئے اور اس طرح زرتشت کے مذہب کا ضابطہ قوانین مرتب کر دیا گیا۔ لیکن "ادوادیرف" کی مرتب کردہ "اَوستا" بھی اسکندر کے حملے کے وقت نذر آتش ہوگئی اور پھر اس واقعے کے بعد مدتوں تک "ژند اَوستا" کا نام نہیں ملتا۔

موجودہ ''اَوستا'' ساسانی زمانے کی پیداوار ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ''وولاس گاس'' اول جو پہلی صدی عیسوی میں پارتھیوں کا بادشاہ تھا۔ اس نے اور بعض کے نزدیک اردشیر جو ساسانی خاندان کا بانی تھا۔ اس نے تلاش بسیار کے بعد اس کتاب کے چند حصے دریافت کیے اور ان کو مدون کیا۔ کیونکہ انہوں نے زرتشتی مذہب کی از سر نو تجدید کی تھی۔ لیکن موجودہ تحقیقات کی رو سے یہ قطعاً مستند نہیں۔ کیونکہ ان میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو چکا تھا۔ لیکن فارسی لوگ اب بھی اس کی تقدس پر ایمان رکھتے ہیں۔

مرور ایام سے اب پارسی یا زرتشتی مذہب ایران سے بالکل اس طرح مفقود ہو چکا ہے جس طرح ہندوستان سے بدھ مت کے پیروکار مفقود ہو چکے ہیں۔ موجودہ دور میں ان کی ایک نو آبادی بمبئی کے ساحل پر آباد ہے۔ ان لوگوں کے پاس جو ''ژند اوستا'' ہے۔ وہ صرف پرانے ''اَوستا'' کا اکیسواں باب بتایا جاتا ہے۔ گویا بیس باب دستبرد زمانہ کے نذر ہو چکے ہیں' صرف ایک باب باقی ہے۔ جس میں ایک لاکھ اکتالیس ہزار الفاظ ہیں۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ اس کے بیس پارے ضائع ہو چکے ہیں اور اس وقت صرف ایک مکمل پارہ ''وندیداد'' موجود ہے۔ جس کے ہمراہ چند اور اجزا ہیں۔

اس وقت بمبئی کے پارسیوں کے ساتھ جو ''اَوستا'' ہے اس میں ایک حصہ ''یاستا'' یا ''یسنا'' کہلاتا ہے۔ جو 73 ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں قربانیوں کی رسومات اور دُعائیں درج ہیں۔ اس میں سے 28 تا 54 ابواب تک ''زرتشت'' کی طرف منسوب ہیں۔ دوسرا حصہ ''وندیداوَ'' یا ''ونڈیڈاوَ'' کہلاتا ہے۔ یہ ژند اوستا کا مکمل ایک پارہ ہے۔ اس میں دیوتاؤں اور بھوتوں سے محفوظ رہنے کے منتر ہیں اور پارسیوں کے خدا ''ہرمز'' اور جناب زرتشت کا مکالمہ ہے۔ تیسرے حصے کو ''دسپر بد'' یا ''وسپرڈ'' کہا جاتا ہے۔ اس میں بھی ''یسنا'' کی طرح دُعائیں ہیں۔ چوتھا حصہ یست (ایسٹ) ہے۔ جس میں متعدد خداؤں اور مردہ روحوں سے استمداد کی دُعائیں درج ہیں۔ جبکہ ایک حصہ ''گاتھا'' ہے۔ یہ مذہبی قصائد کی کتاب ہے جو دوسرے حصوں سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ ''ژند اوستا'' کے علاوہ ایک اور مشہور مجموعہ ''کتب وساتیر'' بھی ہے۔ اس میں پندرہ مختلف اشخاص کے چھوٹے چھوٹے نامے ہیں۔ مثلاً ''نامہ آباد وخشور'' ''نامہ زرتشت وخشور'' ''نامہ منوچہر'' ''نامہ کیخسرو'' ان ناموں کا ساسان پنجم نے خسرو پرویز کے عہد میں دری زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

یہ نامے حقائق و بصر اور خرافات و اباطیل کے عجیب و غریب مجموعے ہیں۔ مثلاً ان کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی طرح ''بنام ایزد بخشایندہ بخشائش گر'' اور تعوذ جیسی پاک تعلیم سے ہوتی ہے۔ لیکن آگے چل کر آگ اور ستاروں کی پرستش کا ذکر ملتا ہے جو کسی طرح اس سے میل نہیں کھاتا۔ تاہم ان کتب خاص کر ''اوستا'' میں بعض ایسے جواہر ریزے بھی پائے جاتے ہیں جن سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ اس مذہب کی اصلی اور حقیقی تعلیم پاکیزہ تھی۔ حیات بعد الموت کا عقیدہ، جنت دوزخ کا تصور، فرشتوں کی ہستی کا اعتراف، وحی کا اقرار یہ تمام چیزیں مسخ شدہ صورت میں کہیں کہیں ابھر کر سامنے آجاتی ہیں۔ اس لئے اس کی موجودہ مسخ شدہ صورت اس کی اصلی تعلیم کبھی قرار نہیں دی جاسکتی۔ ''اَوستا'' میں قدیم روایات کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور سماجی قوانین طہارت اور پاکیزگی کے اُصول بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس کے الفاظ الہامی بتائے جاتے ہیں۔ زرتشتیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ ''اَوستا'' کی تخلیق تمام مخلوقات سے پہلے عمل میں آئی ہے۔ اس کو ''ہون ور'' یعنی خدا کے الفاظ کہا جاتا ہے۔ ''ہون ور آسمانوں کے پیدا ہونے' پانی کے بننے اور تمام مخلوقات کے وجود میں آنے سے پہلے ہی پیدا کیا گیا۔ اس کے مطالعہ کرنے کا حکم زمین و آسمان کے باشندوں کو دیا گیا' لیکن اس واضح حکم کے باوجود پارسی مذہب یہودیت کی طرح ایک خاندانی مذہب کی شکل اختیار کر گیا اور جو کوئی یہود کی طرح پارسی خاندان کا پیدائشی نہ ہو وہ اس مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ''اَوستا'' کی تکمیل چوتھی صدی عیسوی کے آخری ساسانی بادشاہ شاہ پور دوم کی زیر نگرانی مکمل کی گئی جس کے پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے۔ کہ اس مذہب نے بے شمار تبدیلیوں سے گزرنے کے بعد موجودہ صورت اختیار کر لی ہے۔

عقائد

خدائے واحد کا تصور: موجودہ زرتشتی مذہب یا موجودہ پارسی رسوم و عقائد سے زرتشت کی تعلیمات کا صحیح اندازہ لگانا اگرچہ کافی دشوار ہے۔ کیونکہ اس میں اس قدر تبدیلیاں ہو چکی ہیں کہ اصل تعلیمات کافی حد تک مسخ ہو چکی ہیں۔ تاہم گاتھاؤں کے مطالعہ سے مرکزی اہمیت میں صرف خدائے واحد (اہورامزدا) کا تصور اور صرف اُسی کے معبود حقیقی ہونے پر اصرار ہے۔ زرتشت نے اہورامزد کو خالق کائنات مالک دو جہاں ساری مخلوقات کا پالنہار قدرت کاملہ علیم و

خبیر' ازلی وابدی اور سب سے بلند وبالا معبود حقیقی کے طور پر پیش کیا ہے۔ زرتشت نے اہوارمزدا کے سلسلے میں جو تعلیمات پیش کیں ہیں۔ وہ موحدانہ نوعیت کی ہیں اور اس طرح زرتشت کو توحید کے علمبردار ایک ایرانی پیغمبر کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے زرتشتی تعلیمات کے مطابق اہورا مزدا نہ صرف خالق کائنات ہے بلکہ قیامت کے دن اعمال کے مطابق جزا وسزا بھی دے گا۔ ''اہورا مزدا کے معنی بھی ''خالق کائنات'' کے بنتے ہیں۔ کیونکہ ''اہورا'' کا مطلب آقا اور مالک کے ہیں۔ جبکہ مزدا کا معنی ''مطلق دانش'' ہے۔ لہٰذا اہورا مزدا کے معنی ''خدائے علیم خبیر'' کے بنتے ہیں۔ زرتشتی مذہب کے اہورا مزدا کا تصور یہودی اور اسلامی تصور خدا سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ لیکن اہورا مزدا کا تصور بعد میں اس لئے مختلف نظر آتا ہے۔ کہ زرتشت کے تصور الٰہ کی تفہیم پھر سات مبارک فرشتوں کے ذریعہ متعین شخصیات کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو کہ اہورامزدا کے ساتھ ساتھ زرتشت کی عقیدت اور محبت میں حصہ دار معلوم ہوتی ہے جو کہ یہ ہیں۔

(۱) اسپنتامینیو (روح القدس)

(۲) وہومنہ (نیک خیال)

(۳) آشاد ہشتا (راستی، نظم کائنات)

(۴) خشترا وریہ (مکمل اختیار وسلطان الٰہی)

(۵) آرامتی (عقیدت اور اخلاص)

(۶) ہورو تات (درجہ کمال اور بے غمی)

(۷) امرتیات (بقائے دوام)

اس میں اگرچہ اہورا مزدا کی بعض صفات کو متعین شخصیات کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور زرتشتی اہورا مزدا کے ساتھ اپنی عقیدت اور وفاداری کا اعلان کرتے ہوئے ان متبرک ہستیوں سے بھی اپنا تعلق خاص ظاہر کرتے ہیں۔ راسخ العقیدہ زرتشتی جب بھی دُعا کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ فرشتے ان کے گھروں میں آجائیں اور ان پر رحمت کا سایہ کریں۔ اس صورت حال میں اگر ان متبرک ہستیوں کی صحیح نوعیت یعنی ان کے صفات الٰہی ہونے کو مرکوز رکھا جائے تو زرتشت کے موحدانہ تصور الٰہ پر حرف نہیں آتا لیکن گاتھاؤں کی ظاہری عبارت اور طرز تخاطب کے پیش نظر ان کی توحید پر شرک کی پرچھائیں پڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

فلسفہ خیر و شر:

اہورا مزدا کے موحدانہ تصور الہ کے ساتھ زرتشتی تعلیمات کا دوسرا اہم عنصر کائنات میں خیر و شر ہے۔ زرتشت کے بعد ان کے پیروکاروں نے اس سلسلے میں اتنا انہاک ظاہر کیا کہ بالآخر وہ کائنات میں دو مستقل طاقتوں کی خیر اور شر کے الگ الگ سربراہوں کی حیثیت سے ماننے لگے اور دو خداؤں پر عقیدہ رکھنے والے قرار پائے۔ ان کے نزدیک دنیا میں دو طاقتیں کارفرما ہیں' ایک طرف خدائے خیر اہورا مزدا ہے جو خیر کا طرفدار اور سرپرست ہے' دوسری طرف اہرمن (شیطان) جو جھوٹ اور فریب کا علمبردار ہے۔ اور نسل انسانی کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلنے کے درپے ہے۔ بالآخر قیامت کے قریب خیر شر (اہرمن) کو زیر کر لے گا اور دنیا سے شر و فساد نیست و نابود ہو جائے گا۔

مسئلہ جبر و قدر اور یوم آخرت: زرتشتی مذہب کے مطابق انسان اور دوسری مخلوقات اپنی مرضی سے خیر و شر کو پسند کرنے میں مکمل آزاد ہیں۔ کیونکہ مرد اور عورت کو خالص اور پاکیزہ حالت میں پیدا کیا گیا ہے اور انہیں خیر یا شر کی پیروی کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اپنے اعمال کے وہ دوسرے جہاں میں جواب دہ ہوں گے۔ نیک اعمال جنت اور برے اعمال والے جہنم میں جائیں گے۔ مسئلہ جبر و قدر' یوم الحساب' جنت اور دوزخ کا زرتشتی تصور یہودیت اور اسلام سے تقریباً ملتا جلتا ہے۔

اخلاقی تعلیمات:

زرتشت کے فلسفہ اخلاق میں پاکیزگی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ "ژند اوستا" میں لکھا ہے۔ "پیدائش کے بعد انسانوں کے لیے پاکیزگی احسن یا بہترین چیز ہے...... پاکیزگی انسان کے لیے زندگی کے بعد سب سے بڑی حسنہ یا نیکی ہے...... اے زرتشت! یہ پاکیزگی ہے جو قانون الٰہی ہے۔" پاکیزگی سے فقط جسم اور ماحول کی پاکیزگی مراد نہیں بلکہ خیالات' فکر اور کردار کی پاکیزگی بھی مطلوب ہے۔ بلکہ اچھی سوچ' اچھے الفاظ اور اچھے اعمال کی تعلیم دینا بھی مقصود ہے۔ وہ خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ "مجھے نیک خیالات' نیک الفاظ اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ جو نیک سوچ' نیک کلام اور نیک عمل پیدا کریں۔" "صداقت' پاکیزگی' انصاف' مہمان نوازی' اطاعت' تعلیم اور غرباء کی خدمت زرتشت کا پیغام ہے۔ قدیم

پارسی اپنی صداقت کے باعث یونانی مورخین کے یہاں بالخصوص مشہور تھے۔

آج بھی جسمانی طہارت اور کھلی فضا میں رہائش پارسیوں کے مذہبی فرائض میں داخل ہے۔ حصول علم ان کا ایمان ہے۔ سماجی بہبود کے کاموں میں پارسی عموماً بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ بمبئی اور کراچی میں جہاں ان کی اکثریت ہے کئی تعلیمی ادارے ہسپتال اور کارخانے ان کے سرمائے سے چل رہے ہیں اور اپنی نجی زندگی میں بھی وہ اپنی نفاست، راست بازی اور اپنی اولاد کی عمدہ تعلیم وتربیت کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔

عبادات

زرتشتی مذہب کی بنیادی عبادت اہورامزدا کے حضور سیدھے راستے پر چلنے اور برائی سے بچنے کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ ان کے یہاں آگ ایک مخصوص مذہبی اہمیت کی حامل ہے۔ اپنی نورانی صفات کے پیش نظر آگ اس دنیا میں اہورامزدا کا نشان اور نمائندہ سمجھی جاتی ہے۔ آگ کی تعظیم وتقدیس ان کے نزدیک اہورامزدا سے اپنے تعلق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے ان ''معابدوں'' اور مکانات میں ہروقت آگ روشن رہتی ہے۔ خواہ وہ چراغ ہی کیوں نہ ہو۔ عہد حاضر میں مروج بھینٹ کی واحد صورت مقدس شعلوں میں صندل کی لکڑی نذر کرنا ہے۔ آگ وہ لوگ جلاتے ہیں۔ جنہیں اس مقصد کے لیے خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ وہ اپنے چہروں پر ماسک پہنتے ہیں تاکہ مقدس شعلوں کو ان کی سانس آلودہ نہ کرسکے' سال میں خصوصی مواقع پر یہ لوگ آگ کے معبد کی زیارت کرتے ہیں۔ صندل کے ڈھیر نذر کرتے ہیں اور مقدس راکھ حاصل کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں زندگی کے ہر اہم موڑ پر زرتشتی مختلف رسوم آدا کرتے ہیں۔

موزوں عمر میں خاص کر ہندو پاک میں سات اور ایران میں دس برس کی عمر میں بچوں کو ایک مقدس قمیص (صدری) اور ایک مقدس ڈوری (کستی) پہنا کر داخل مذہب کیا جاتا ہے۔ غسل کے سوا انہیں تمام عمر یہ چیزیں پہننا ہوتی ہیں۔ کستی کو دن میں پانچ مرتبہ عبادت کے طور پر کھولا اور باندھا جاتا ہے۔ یہ مقدس ڈوری 72 دھاگوں سے بنی ہوتی ہے۔ جو زرتشتی صحیفے ''یاسنا'' کے 72 ابواب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ دیگر دھاگے اور ان سے بنی ہوئی چیزیں وفادار زرتشتی کے دیگر پہلوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

ذکر الٰہی کے ساتھ زیادہ اناج اُگانے کو افضل عبادت سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ ژند اوستا میں بار بار لوگوں کو اناج اگانے' درخت لگانے اور ان کی حفاظت وتربیت کی تلقین کی گئی ہے جبکہ ذخیرہ اندوزی کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

دیگر اہم مواقع مثلاً شادی بیاہ' تطہیر کا عرصہ وغیرہ سے قطع نظر سب سے اہم اور منفرد رسم موت کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ کیونکہ زرتشتی مٹی' آگ' پانی اور ہوا کو زندگی کے سب سے مقدس عناصر سمجھتے ہیں۔ وہ مردے اس خیال سے دفن نہیں کرتے کہ اس سے مٹی آلودہ ہو جاتی ہے۔ اس کے جلانے سے آگ جبکہ پانی میں پھینکنے سے پانی آلودہ ہوتا ہے۔ اس لئے جب کوئی زرتشتی وفات پاتا ہے تو اس کو غسل دینے کے بعد ایک کھلی عمارت میں رکھتے ہیں۔ اس خاص عمارت کو دخمہ (مینار خاموشی) کہا جاتا ہے۔ یہ گول اور آسمان تلے کھلا ہوتا ہے۔ اس کے اندر قطعات اور وسط میں ایک خشک کنواں ہوتا ہے۔ میت سے کفن اُتار کر وہاں رکھا جاتا ہے۔ سوگ والے جب چلے جاتے ہیں تو چند لمحوں میں گدھ میت کے جسم کو نوچ کر کھا جاتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ بعد جب میت کی ہڈیاں خشک ہو جاتی ہیں تو انھیں دخمہ کے وسطی کنویں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ دخمہ (مینار خاموشی) عموماً ان شہروں میں ہوتے ہیں جہاں ان کی آبادی کی اکثریت ہو۔ زمانہ حال میں ان کی اکثریت بمبئی اور کراچی میں رہائش پذیر ہے اس لئے ان شہروں میں ان کے دخمے موجود ہیں۔ لیکن جہاں ان کی اقلیت ہے وہاں مجبوراً میت کو محتاط انداز میں دفن کیا جاتا ہے۔ لاہور میں منٹو پارک کے پاس ان کا قبرستان ہے۔

پارسی مذہب چونکہ ایک غیر تبلیغی مذہب ہے۔ اس لئے اس مذہب کے پیروکاروں کی تعداد بہت کم ہے اور عالمی مذاہب میں عددی لحاظ سے یہ سب سے آخری درجے پر ہے۔ ان کے کل پیروکاروں کی تعداد ایک سابقہ سروے کے مطابق ایک لاکھ پچاس ہزار کے قریب ہے۔ ان کی اکثریت بمبئی میں آباد ہے۔ کراچی میں ان کی دوسری بڑی آبادی ہے۔ جبکہ اپنی جنم بھومی ایران میں ان کی تعداد تقریباً گیارہ ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ بدھ مت کی طرح یہ مذہب اپنے مولد سے بے دخل ہو چکا ہے کیونکہ فتح ایران کے بعد بیشتر زرتشتیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بہت کم تعداد نے ترک وطن کر کے برصغیر پاک وہند میں سکونت اختیار کر لی۔

پارسی لوگ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو نہ صرف اپنے مذہب میں داخل نہیں کراتے بلکہ ان کے ساتھ شادی بیاہ بھی نہیں رچاتے۔ اس لئے ان کڑی پابندیوں کے باعث

یہ مذہب ابھی تک دوسرے طاقتور مذاہب یعنی اسلام، عیسائیت اور ہندومت کے ثقافتی اثرات سے کافی حد تک محفوظ ہے۔

کیا زرتشت پیغمبر تھے؟

زرتشتی مذہب کا اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو بنیادی عقائد میں یہ اسلام سے کافی حد تک یکسانیت اور موافقت رکھتا ہے۔ دونوں خدا کی وحدانیت اور رحمت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں، دونوں انسانی زندگی کو ایک آزمائش سمجھتے ہیں۔ جس نے نیکی کا راستہ اختیار کیا وہ کامیاب ٹھہرا، جو راہ مستقیم سے بھٹک گیا انہوں نے اپنی عاقبت خراب کر لی حیات بعد الموت، جنت، دوزخ پر دونوں کا اتفاق ہے۔ علاوہ ازیں قرآن پاک کے سورۃ الرعد کے اس آیت کو اگر دیکھا جائے۔ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (آیت ۰۷) اور ہر قوم کے لیے ہادی ہے یا سورۃ فاطر کی یہ آیت دیکھی جائے۔ جس میں ارشاد خداوندی ہے۔ "ہر امت میں ایک نذیر ضرور آیا ہے۔" (آیت ۲۴) تو ہمیں ماننا چاہئے کہ زرتشت اللہ کی طرف سے ایک مصلح تھے جن کی تعلیمات دیگر مذاہب کی طرح بعد میں تخریب سے بچ نہ سکیں اس کے ساتھ وہ پیش گوئیاں بھی اس امر کی تائید کرتی ہیں جو بعثت نبویؐ کے متعلق ان کی کتب میں موجود ہیں۔ جو کہ حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر ان کے گھر کی اپنی گواہی ہے۔ جن کو جھٹلانا یا چھپانا کسی طرح ممکن نہیں۔

بعثت نبوی ﷺ پر گواہی

زرتشتی کتاب "یاسنا" کے مطابق خیر و شر کی باہمی کشمکش جو روز اوّل ہی سے شروع ہو گئی ہے۔ اس میں مصالحت کا کوئی امکان نہیں۔ اس جنگ کا خاتمہ صرف کسی ایک جماعت کے نیست و نابود ہو جانے پر ہی ہو گا۔ روح القدس کی قیادت میں خیر کی جماعت کی یہ پوری کوشش ہے کہ شر نیست و نابود ہو جائے جبکہ شر کی جماعتیں ہر لحظہ خیر کو مٹانے پر تلی رہتی ہیں۔ یہ دونوں قیامت تک اسی طرح برسرپیکار رہیں گی، یہاں تک کہ ایک بت شکن "سوشیانت" (سب پر رحم کرنے والا) آئے گا۔ جو استوات اریات یعنی لوگوں کو پستی سے بلندی پر پہنچانے والا ہو گا۔ (یشت ۱۳_xxviii-۱۲۹) جس کی معاونت سے خیر کی جماعت شر کی جماعت پر مکمل غلبہ حاصل کر لے گی اور کائنات سے شر نیست و نابود ہو جائے گا۔ اب یہ "سوشیانت" آپؐ کے علاوہ اور کون سی ہستی ہو سکتی ہے۔ سورۃ انبیاء میں ارشاد ہے۔ "ہم نے تجھے تمام جہانوں کے

لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" حق آنے اور باطل کے مٹ جانے پر سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۱ کی تائید ہے "اور اعلان کردے کہ حق آ چکا ہے اور ناحق نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔"

لیکن سب سے بڑی واضح گواہی دساتیر 14 میں ہے جو Sasanil کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں نہ صرف اسلام کے عقائد اور تعلیمات کی تصدیق ہے بلکہ آپ کی بعثت کے بارے میں واضح ارشاد ہے۔

"جب ایرانی اخلاقی اعتبار سے زوال کا شکار ہوں گے۔ ایک انسان عرب میں پیدا ہوگا۔ جن کے پیروکار ایرانیوں کی سلطنت' مذہب' غرض ہر چیز کو تہہ و بالا کر دیں گے' ایران کے سرکش زیر کر لیے جائیں گے۔ وہ گھر جو بنایا گیا تھا۔ (خانہ کعبہ کی طرف اشارہ ہے) اور جس میں بہت سے بت رکھ دیئے گئے ہیں۔ بتوں سے سے پاک کر دیا جائے گا۔ اور لوگ اپنی نمازیں اس طرف رُخ کر کے پڑھیں گے۔ ان کے پیروکار ایرانیوں کے بڑے بڑے شہروں طوس اور بلخ اور اردگرد کے اہم علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ لوگ ایک دوسرے سے گھل مل جائیں گے۔ ایران کے عقلمند لوگ اور دوسرے ان کے پیروکاروں کے ساتھ مل جائیں گے۔ (۹:۹)

یہ گواہی اس کتاب کی ہے جو ہمیشہ پارسیوں کے پاس رہی ہے اور اس کے الفاظ میں دو توجیہیں ہو نہیں ہو سکتیں کہ آنے والا عرب ہوگا' ایرانی ان کا مذہب اختیار کر لیں گے۔ یہ وہ پیش گوئی ہے جو حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی دوسری شخصیت پر چسپاں ہی نہیں ہو سکتی اور اسلام کی ابتدائی تاریخ لفظ بہ لفظ اس کی تصدیق کر رہی ہے۔

کتاب مقدس اور انجیل برنا باس کی گواہی

کتاب مقدس اور برنا باس کی انجیل بھی گواہی دیتے ہیں کہ مجوسی ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے۔ "متی" کے باب ۲ میں ہے جب عیسیٰ ہیرودیس کے زمانہ میں بیت اللحم میں پیدا ہوئے تو کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔ (متی آیت ۱تا۴) جبکہ انجیل برنا باس نے ان مجوسیوں کی تعداد تین بتائی ہے (فصل نمبر چھ) یہ سن کر ہیرو

دلیس نے تحقیق شروع کی اور ان مجوسیوں کو چپکے سے بلا کر ان سے حقیقت حال دریافت کیا اور ان سے اعانت کا وعدہ لیا ان مجوسی حضرات نے حضرت مریمؑ کے گھر پہنچ کر نہ صرف سجدہ کیا بلکہ اپنے ڈبے کھول کر سونا' لوبان اور مُر اسکو نذر کیا اور بادشاہ کو بغیر اطلاع دیئے اپنے ملک روانہ ہوئے (متی باب ۲ ایت ۵ تا ۱۶) کیونکہ ہیرودیس کے ارادے ٹھیک نہ تھے۔ ان مجوسیوں کے بغیر اطلاع نکلنے پر وہ کافی چراغ پا ہوا۔ بیت اللحم اور اس کے قرب و جوار میں تمام نومولود بچوں کو قتل کرایا۔ جبکہ حضرت مریم علیہ السلام اپنے نومولود بچے حضرت عیسیٰؑ کو لے کر پہلے سے مصر جا چکی تھی۔

مآخذ

(۱) قرآن مجید' ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی' شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ پریس' مدینہ منورہ' سعودی عرب

(۲) کتاب مقدس: بائبل سوسائٹی' انار کلی لاہور' ۱۹۹۷ء

(۳) انجیل برناباس: مترجم مولانا محمد حلیم انصاری' ادارہ اسلامیات لاہور' ۲۰۰۳ء

(۴) ضیاء النبیؐ (جلد اوّل)' پیر محمد کرم شاہ الازہری" ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' طبع چہارم

(۵) نقوش (جلد سوم و چہارم) مدیر: محمد طفیل' ادارہ فروغ اردو' لاہور

(۶) فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا (تیسرا ایڈیشن)

(۷) رحمت للعالمینؐ' قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور

(۸) تعارف مذاہب عالم' ایس۔ ایم۔ شاہد' ایورنیو بک پیلس' لاہور

(۹) مذاہب عالم' احمد عبداللہ' مکی دارالکتب' لاہور' ۲۰۰۲ء

(۱۰) مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا' لیوس مور' مترجم یاسر جواد' سعدیہ جواد' نگارشات پبلشرز' لاہور' ۲۰۰۳ء

(۱۱) حضرت محمدؐ قدیم صحیفوں میں' پیام دوست' خیابان سرسید' راولپنڈی

(۱۲) اسلام اور مذاہب عالم' اسرار الرحمٰن بخاری' ایورنیو بک پیلس' لاہور

☆☆☆☆

یہودیت کا ایک مطالعہ

اور

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی گواہی

یہودیت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی

دنیا کے تین بڑے الہامی مذاہب یہودیت' نصرانیت اور اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ اپنے دین کا سرا اور منبع ان کی ذات اقدس کو مانتے ہیں کیونکہ ان تینوں مذاہب کے جملہ انبیاء کرامؑ حضرت ابراہیمؑ کے نسل سے تھے۔ اس لئے ان تینوں مذاہب کے پیروکار خود کو دین ابراہیمی پر سمجھتے ہیں۔ تاریخ کی روشنی میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے نبی ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کے لیے مقرر فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ تعمیر کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے دو بڑی شاخیں نکلیں ہیں۔ ایک حضرت اسماعیلؑ کی اولاد قریش اور بعض دوسرے قبائل جن کا مسکن سرزمین عرب ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں آخری نبی حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے جس پر نبوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری شاخ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ جن کی نسل میں بے شمار انبیاء کرامؑ گزرے ہیں۔ جن میں حضرت یعقوب علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام' حضرت سلیمان علیہ السلام' حضرت یحییٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور بہت سے انبیاء علیہم السلام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ اس لئے ان کی نسل بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی جس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں' جنہوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور اپنی انفرادیت ان میں گم کر دی۔ بعد میں جب بنی اسرائیل نے اصل دین میں تحریف اور ردوبدل کر کے دین الٰہی کا حلیہ بگاڑ دیا تو پہلے یہودیت پیدا ہوئی اور پھر عیسائیت نے جنم لیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام' حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ اسرائیل ان کا لقب تھا۔ جس کے معنی عبداللہ یا بندۂ خدا کے ہیں۔ لیکن یہودی دینی ادب میں اس کے معنی خدا سے کشتی لڑنے والا یا زور آزمائی کرنے والا کے ہیں۔

عہد نامہ قدیم کے مطابق ان کے مورث اعلیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی جوانی کے ایام میں اللہ تعالیٰ سے کشتی لڑی۔ رات بھر خدا کے ساتھ ان کی کشتی ہوتی رہی مگر صبح تک اللہ تعالیٰ یعقوبؑ کو پچھاڑ نہ سکا۔ پھر جب صبح ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جانے کی اجازت چاہی، تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے کہا۔ میں تجھے اس وقت جانے نہیں دوں گا۔ جب تک تو مجھے برکت نہ دے۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا یعقوب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آئندہ تیرا نام یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا۔ کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔ (عہد نامہ قدیم۔ کتاب پیدائش باب 32 آیات 25 تا29)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی جائے قیام حبرون (موجودہ الخلیل) کی وادی تھی۔ اس کے علاوہ نابلس میں بھی مقیم رہے۔ یہودیوں کی سنہری دور کا آغاز بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی عہد سے ہوتا ہے۔ جب ان کا فرزند حضرت یوسف علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ مصر میں صاحب اقتدار بھی ہوا۔ اور طویل عرصے تک مصر اور اس کے گرد ونواح میں ان کا سکہ چلتا رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد جب حالات نے پلٹا کھایا اور سرزمین مصر ان پر اس قدر تنگ ہوئی کہ ان کے نومولود بچے بھی فرعون مصر کے حکم سے قتل ہونے لگے تو خدا نے ان کے نجات دہندہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیج دیا۔ بنی اسرائیل ان کے پرچم تلے مصر سے نکلے۔ فرعون بھی ان کے تعاقب میں نکلا مگر اپنے لشکر سمیت بحرہ قلزم میں غرقاب ہوا اور انہیں آزادی ملی۔ اس وقت ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق کم از کم 20 لاکھ تھی۔

بحیرہ قلزم کو عبور کرنے کے بعد بنی اسرائیل جزیرہ نما سینا میں داخل ہوئے من وسلویٰ کے نزول اور بعد میں اس کو ٹھکرانے، نزول تورات، بچھڑے کی عبادت، اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھنے کا مطالبہ، ارض مقدس میں داخلے کے لیے جہاد سے انکار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنا کہ تو اور تیرا خدا ان سے لڑیں اور اس کے جواب میں ارض مقدس میں ان کا داخلہ چالیس سال کے لیے حرام ہونا اس دور کے اہم واقعات ہیں۔

چالیس سال جزیرہ سینا میں بے خانماں پھرنے کے بعد حضرت یوشع بن نون کے عہد خلافت میں بنی اسرائیل نے فلسطین کو فتح کر لیا۔ تورات میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل کو جو ہدایات دی گئیں تھیں۔ ان میں صاف صاف کہا گیا تھا کہ تم ان قوموں کو ہلاک کر کے ان کے قبضے سے فلسطین کی سرزمین چھین لینا' ان کے ساتھ رہنے بسنے اور ان کی اخلاقی و اعتقادی خرابیوں سے بچنا۔ مگر بنی اسرائیل نے نہ صرف ان ہدایات کو نظر انداز کیا بلکہ اپنی کوئی متحدہ سلطنت بھی قائم نہ کی جس کا خمیازہ بہت جلد ان کو بھگتنا پڑا۔ شرک ان کے اندر گھس آیا اور وہ ان تمام اخلاقی اور اعتقادی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ جو مفتوح اقوام میں مروج تھیں۔ اس کے ساتھ مفتوح اقوام۔ نے ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنالیا اور پے در پے حملے کر کے فلسطین کے ایک بڑے حصے کو ان سے واپس چھین لیا۔ بلکہ ان سے خداوند کے عہد کا صندوق (تابوت سکینہ) تک ان سے چھین لیا۔ جس پر بنی اسرائیل کو اپنی کوتاہیوں کا احساس ہوا۔ ان کی درخواست پر حضرت سموئیلؑ نبی نے 1020ء (ق۔م) میں طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا۔

اس متحدہ سلطنت کے تین فرمان روا طالوت 1020ء تا 1004ء (ق۔م) حضرت داود علیہ السلام 1004ء تا 965 (ق۔م) اور حضرت سلیمان علیہ السلام 965ء تا 926ء (ق۔م) نے اس کام کو مکمل کر دیا۔ جسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نامکمل چھوڑ دیا تھا۔ صرف شمالی سرحد پر فنیقیوں کی اور جنوبی ساحل پر فلستیوں کی ریاستیں باقی رہ گئیں۔ جنہیں مسخر نہ کیا جاسکا اور محض باجگذار بنانے پر اکتفا کیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عہد میں وہ ہیکل پایہ تکمیل تک پہنچا جس کی بنیاد حضرت داؤد علیہ نے رکھی تھی۔ موجودہ تورات میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انبیاء کے زمرے میں شامل نہیں کیا گیا جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی صرف ایک بڑے حکمران کے طور پر پیش کیا گیا لیکن قرآن پاک نے دونوں باپ بیٹے کو انبیاء میں شمار کیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام وہ عظیم الشان حکمران گزرے ہیں جن کی جن وانس' حیوانات اور طیور بلکہ ساری مخلوقات تابع فرمان تھی۔ آپ علیہ السلام کا تخت ہوا میں اڑتا تھا۔ دنیا کے خزانے آپ علیہ السلام کے قبضے میں تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حدود سلطنت کے متعلق ہمارے مفسرین نے بہت مبالغے سے کام لیا ہے کہ وہ دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکمران تھے حالانکہ ان کی مملکت صرف فلسطین' شرق اردن اور شام کے ایک حصے پر مشتمل تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پھر نفاق اور حب دنیا میں شدید مبتلا ہو گئے سلطنت دو حصوں میں منقسم ہوئی۔ شمالی فلسطین اور شرق اردن سلطنت اسرائیل کے

حدود ٹھہرے جس کا صدر مقام "سامریہ" قرار پایا۔ جنوبی فلسطین اور اُدوم کے علاقے سلطنت یہودیہ کے حصے میں آئے اور اس کا پایہ تخت یروشلم رہا۔

اسی دور سے یہودیت کی تاریخ بھی شروع ہوتی ہے۔ کیونکہ سلطنت یہودیہ کے فرمانروا حضرت داؤد علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہوداہ کی نسل سے تھا' جبکہ سلطنت اسرائیل بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں پر مشتمل تھی اور سلطنت سامریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ سلطنت سامریہ بہت جلد شرک اور دیگر اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو کر اس وقت اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئی' جب 721ء (ق۔م) میں "اسریا" کے سخت گیر فرمانروا سارگون نے حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ اس کے بعد صرف یہوداہ اور اس کے ساتھ بن یمین کی نسل باقی رہ گئی جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہودی لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔

سلطنت یہودیہ اگرچہ ریاست سامریہ کے مقابلے اشوریوں کے ہاتھوں مکمل مفتوح تو نہ ہو سکی تاہم ان کے باجگوار ہو گئے۔ اس کے بعد 598ء (ق۔م) میں بابل کا بخت نصر قہر خداوندی کے طور پر ان پر نازل ہوا۔ انہوں نے 587ء (ق۔م) میں سلطنت یہودیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو زمین کے برابر کر دیا اور انھیں بڑی تعداد میں فلسطین سے نکال کر منتشر کر دیا۔

539ء (ق۔م) ایرانی بادشاہ سائرس نے بابل کو فتح کیا تو انہوں نے یہودیوں کو فلسطین واپس جانے اور ہیکل سلیمانی پھر سے تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ 522ء (ق۔م) میں یہودیوں نے ہیکل کو نئے سرے تعمیر کیا اور بیت المقدس کی رونقیں واپس لوٹ آئیں۔ ایرانی سلطنت کے زوال' سکندر اعظم کی فتوحات اور یونانیوں کے عروج سے یہودیوں کو کچھ مدت کے لئے کٹھن حالات سے گزرنا پڑا۔ 175ء (ق۔م) میں سلطنت سلوقی کا فرمانروا انٹیوکس چہارم تخت نشین ہوا جس کا لقب مظہر خدا تھا۔ یہ بھی یہودیوں کا سخت دشمن رہا۔ تورات رکھنا' احکام سبت پر عمل کرنا اور ختنہ کرانے وغیرہ کی سزا انہوں نے موت مقرر کی۔ اس کے بعد مکابی تحریک نے سر اٹھایا مگر یہودیوں نے اس کے جبر کو بھی برداشت کر لیا۔ 63ء (ق۔م) میں رومی حکمران پومپی ان کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے بیت المقدس قبضہ پر کر کے یہود کو پھر سے غلام بنایا۔ تاہم رومی فاتحین نے براہ راست ان پر حکومت کرنے کی بجائے یہودی فرمانرواؤں کے ذریعہ یہاں اپنی کٹھ پتلی حکومت بنائی۔ ان کٹھ پتلی حکمرانوں میں ہیرود

قابل ذکر ہے۔ بعد میں ان کی ریاست تین وارثوں میں تقسیم ہوئی۔ اس عہد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام تشریف لائے۔ ہیرود کے دوسرے بیٹے اینٹی پاس ہی نے ایک رقاصہ کی فرمائش پر حضرت یحیی علیہ السلام کا سر مبارک قلم کر کے اس رقاصہ کی نذر کر دیا تھا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی یہود نے اپنی دانست میں رومی گورنر پونٹس پیلاطس سے پھانسی دلوادی۔ 66ء میں یہودیوں نے رومیوں کے خلاف بغاوت کر دی جس کو انتہائی سختی سے کچل دیا گیا جس میں ایک لاکھ 33 ہزار افراد مارے گئے۔ 67 ہزار غلام بنا دیئے گئے۔ یروشلم کے شہر اور ہیکل کو مسمار کر کے پیوند خاک کر دیا اور یہ شہر یہودیوں کے لیے ایک بار پھر ممنوع ٹھہرا' اور فلسطین سے یہودی اثر و اقتدار ایسا مٹا کہ دو ہزار برس تک ان کو پھر سر اٹھانے کا موقع نہ مل سکا۔ دوسری جنگ عظیم میں کامیابی کے بعد امریکہ' برطانیہ اور روس کی تعاون سے 14 مئی 1948ء کو اسرائیلی ریاست پھر سے دنیا کے نقشہ پر ظہور پذیر ہوئی جس کے بارے میں ہٹلر نے کہا تھا۔ کہ ان کی حکومت نوع انسان کے زوال اور تباہی کا باعث ثابت ہوگی۔

یہود قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ سب بنی اسرائیل یہودی نہ تھے۔ اس لئے قرآن پاک جب بنی اسرائیل کو مخاطب کرتا ہے۔ تو وہاں بنی اسرائیل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور جہاں مذہب یہود کے پیروکاروں کو مخاطب کرتا ہے۔ تو ان کو "الَّذِيْنَ هَادُوْ" یعنی اے وہ لوگ جو یہودی بن کر رہ گئے ہو۔ کیونکہ یہودی مذہب میں بنی اسرائیل کے علاوہ غیر اسرائیلی بھی شامل ہیں۔ لیوس مور کے مطابق

"ایک یہودی کوئی بھی شخص ہو سکتا ہے' کوئی بھی شخص خود کو یہودی کہلانا پسند کر سکتا ہے۔' جدید اسرائیل میں' ہمیں یورپی' افریقی مشرقی بلکہ تقریباً ہر نسل کی جسمانی خصوصیات کے حامل لوگ نظر آتے ہیں۔

یہودی عقائد اور عبادات کو اگر دیکھا جائے تو اس میں اور اسلام میں ایک حد تک مماثلت نظر آتی ہے۔ مگر یہود نے تورات میں تحریف کے ساتھ ساتھ اپنے عقائد اور عبادات میں بھی اس قدر تحریف کی ہے کہ ان کی اصل شکل کافی حد تک مسخ ہو چکی ہے۔ عقائد کے لحاظ سے ہر یہودی کے لئے خدا پر ایمان لانا۔ لافانیت روح پر ایمان' تقدیر پر ایمان' حضرت موسیٰ علیہ

السلام پر ایمان کے علاوہ احکام عشرہ جس میں توحید پر ایمان' غیر اللہ اور بتوں کی عبادت سے انکار' خدا کا بے فائدہ نام نہ لینا' یوم سبت کے احترام' والدین کی عزت' ممانعت قتل' زنا' چوری اور پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی سے ممانعت اور پڑوسی کے حقوق کا احترام لازمی اور بنیادی نکات ہیں۔

یہودی عبادات میں تین نمازیں' فجر' ظہر اور مغرب کی نماز' روزہ' عشر زکوۃ' خیرات اور بیت المقدس کا حج وغیرہ کو اگر قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایک دھندلی سے روشنی نظر آتی ہے۔ تاہم انہوں نے جہاں جہاں تحریف کی ہے۔ قرآن نے جگہ بہ جگہ اس کی نشاندہی کی ہے بلکہ قرآن کا ایک چوتھائی حصہ بنی اسرائیل اور یہود کے واقعات' تاریخ' عادات وخصائل نیز ان کا اجتماعی ارتداد اور مفسدانہ ذہنیت کی بیان پر مشتمل ہے۔ اور ان کی جملہ بداعمالیوں اور فریب کاریوں کا پردہ اس نے چاک کیا ہے۔ اس لئے وہ قرآن اور مسلمان دونوں کے شدید مخالف ہیں۔ خود قرآن پاک نے ان کی اس شدید دشمنی پر گواہی دی ہے۔ سورہ المائدہ میں ارشاد ہے۔ "مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والے یہود اور مشرکین ہی کو پاؤ گے۔ (آیت نمبر 82)

یہودیت اور اسلام دونوں وحدانیت کا درس دیتے ہیں مگر بدقسمتی سے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر وحدانیت کو پارہ پارہ کرلیا ہے۔ اسلام جملہ انبیاء کرام کی حرمت تسلیم کرتا ہے جبکہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کو تسلیم نہیں کرتے' یہاں تک کہ انہوں نے انبیاء کرام پر انتہائی شرم انگیز الزامات لگانے سے بھی گریز بھی نہیں کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر انتہائی فحش اور ناقابل بیان الزامات' عہد نامہ قدیم میں پڑھنے کو ملتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو انہوں نے زمرہ پیغمبری سے باہر کیا ہوا ہے۔ لیکن قرآن پاک نے نہ صرف ان کو ان بے ہودہ الزامات سے مبرا کیا ہے بلکہ انہیں معصوم بھی قرار دیا ہے۔

یہودی' عیسائی اور مسلمان متفقہ طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں اور ان سے اپنا رشتہ جوڑتے ہیں۔ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے۔ عیسائیوں کو ان کی عیسائیت کا دعویٰ ہے۔ قرآن پاک ان دونوں کی دعوؤں کو باطل قرار دے کر کہتا ہے۔ "اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تب تم کو ہدایت نصیب

ہوگی۔آپ کہہ دیجئے کہ صرف ملت ابراہیمی پر چل کر ہی ہدایت مل سکتی ہے۔اور ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے۔"(البقرہ آیت 135) پھر اس کے آگے ارشاد ہے۔"کیا تم یہ بات کہنے کی جرأت کر سکتے ہو۔کہ ابراہیم علیہ السلام اسمٰعیل' اسحاق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے؟اے نبی! آپ ﷺ فرما دیجئے کہ تم کو زیادہ علم ہے یا اللہ کو! اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا واسطے کی گواہی کو جو اس کے پاس امانت ہو' اسے چھپا ڈالے اور جو کچھ تم کر رہے ہو' اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں"(البقرہ۔۱۴۰) یعنی یہ انبیاء کرام صرف اسلام کے داعی تھے۔یہودیت اور نصرانیت سے ان کا کوئی سروکار نہ تھا۔اس کے علاوہ تقریباً یہی مضمون سورہ ال عمران آیت 68-67 میں بھی دہرایا گیا ہے۔

یہود خود کو خدا کی چہیتے قرار دیتے ہیں۔ان کا دعویٰ ہے کہ اگر ان میں کوئی گناہ گار ہے بھی تو آخرت میں ان کو بس معمولی سا عذاب دینے کے بعد خدا جنت میں داخل کر دے گا۔ قرآن پاک اس دعویٰ کے جواب میں کہتا ہے۔"اور یہود کہتے ہیں کہ ہم کو چند دن سے زیادہ آگ چھو نہیں سکتی۔تم کہو اے نبیؐ کہ اللہ سے تم نے کوئی اقرار لے رکھا ہے۔اللہ تو فی الواقع اپنے اقرار کے خلاف نہیں کرے گا۔یا تم خود ہی اللہ پر وہ باتیں جوڑ کر کہہ دیتے ہو جس کا تمہیں مطلق علم نہیں ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص بھی گناہ کرے گا اور بدی کے چکر میں گھرا رہے گا تو ایسے لوگ آگ میں جائیں گے۔آگ سے بچ کر جنت میں وہی لوگ جا سکیں گے جو ایمان لائے ہوں گے اور جنھوں نے نیک عمل کیا ہوگا۔"(البقرہ آیت۔82-80)۔

تورات میں تحریف کے حوالے سے قرآن کریم بتاتا ہے کہ چند ٹکوں کی خاطر یہود نے اس میں تحریف اور ردوبدل کیا ہوا ہے۔خود عہد نبویؐ میں جب انہوں نے زنا کا ایک مقدمہ قصداً آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے مدینۃ الیہود کے درمیان تورات کا جو بڑا عالم تھا جس کا نام "ابن صوریا جو خود" تھا ان کو قسم دے کر پوچھا کہ تورات میں شادی شدہ زانی کے لیے سنگساری کی سزا ہے یا نہیں تو انہوں نے مجبوراً اقرار کیا حالانکہ دیگر یہودی اس کے منکر تھے۔سورہ البقرہ میں ارشاد ہے۔

"ہلاکت اور بربادی ہے۔ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب تصنیف کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔تاکہ اس سے قدرے قلیل معاوضہ حاصل کریں۔افسوسناک ہلاکت کے موجب ہیں۔ان کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی باتیں اور جو

کمائی اس کے ذریعہ سے انہوں نے کی ہے وہ تباہ ہونے والی ہے (آیت۔ 79)۔

آج بھی جب کوئی تورات کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو کلام اللہ کے بکھرے اجزا کے درمیان یہود کی تاریخ' افسانے' علماء یہود کی آراء' ان کے اختلافات' پیغمبروں پر الزامات' فقہی مباحث' بنی اسرائیل کا آپس میں جنگ وجدل' دین یہود کے مبلغین متکلمین وسلاطین کی آراء اور ان کی واقعات سب کچھ کو ساتھ ملا کر پڑھنا پڑتا ہے۔ اور اصل کتاب سے دس گنا زیادہ مباحث کو چاروناچار پڑھنا پڑھتا ہے۔

قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ یہود بڑے نافرمان ہیں' احکام الٰہی میں ردوبدل اور انھیں پس پشت ڈالنے میں انہوں نے کبھی باک محسوس نہیں کیا۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش کی گئی اس میں یہ کبھی پورے نہیں اترے۔ یہود کی خاص آزمائش یوم سبت پر کی گئی یعنی ہفتے کے دن۔ ہفتہ کے دن انھیں ہر قسم کام کاج کرنے کی ممانعت تھی۔ کیونکہ ہفتہ یہود کے لیے مسلمانوں کے یوم جمعہ کی طرح مقدس دن ہے۔ مسلمانوں کے لیے اذان جمعہ کے بعد نماز جمعہ تک تقریباً ڈیڑھ ایک دو گھنٹے کے لیے کام کاج ممنوع ہے۔ جبکہ یہود کے لیے پورے دن کاروبار بند کرنے اور عبادت کا حکم تھا۔ یہ دن ان پر ان کے اختلافات کے سبب مقرر کیا گیا تھا۔ توراۃ میں یہود سے یوم سبت کی حرمت کا شدید مطالبہ ہے اور حرمت توڑنے والے کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ قرآن میں یہود کے دریا کے کنارے ایک بستی کا ذکر ہے جس نے یوم سبت کی حرمت کو توڑا' تب ان سے کہا گیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ اور اللہ نے ان کو نشان عبرت بنا دیا' سورۃ البقرہ آیت 66,65 اور سورۃ الاعراف آیت 163 تا 166 میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے اور اب دنیا بھر میں ان لوگوں کے جتنے بھی کارخانے ہیں اس میں اتوار کو ہفتہ وار چھٹی ہوتی ہے۔ ہفتہ کی چھٹی صرف ''اسرائیل'' تک محدود ہے۔

یہودیوں نے نہ صرف انبیاء کرام پر انتہائی بیہودہ الزامات لگائے بلکہ ان میں سے بعض انبیاء وصالحین کو بے دردی سے قتل بھی کیا۔ جس کی وجہ سے عذاب الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔

......اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ذلت اور بے چارگی ان پر مسلط ہو گئی اور اللہ کے غضب میں گھر گئے۔ یہ سب اس سبب سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے لگے۔ اللہ کے نبیوں کو انہوں نے ناحق قتل بھی کیا یہ نتیجہ نکلا ان کی نافرمانیوں کا' اور حد اعتدال سے وہ ہمیشہ نکل جاتے ہیں'' (البقرہ آیت۔ ٦١)۔ ان کی کرتوتوں کی رذالت کی انتہا اس واقعہ سے بھی عیاں

ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش بھی کی اور اپنی دانست میں انہیں پھانسی پر چڑھا گئے۔ بلکہ مدینہ منورہ میں بھی انہوں نے متعدد مرتبہ آپ کو قتل کرنے کی ناکام کوششیں کیں جس میں کعب بن اشرف اور بنی نضیر کا کردار خاص کر قابل ذکر ہے۔

قرآن کے مطابق یہود انتہائی متعصب واقع ہوئے ہیں۔ نسلی تفاخر میں یہ اس قدر مبتلا ہیں کہ آپؐ کو تورات کی صریح نشانیوں کے پہچاننے کے باوجود صرف نسلی تفاخر کی وجہ سے وہ آپؐ پر ایمان نہیں لائے کیونکہ وہ کتاب اور نبوت صرف بنی اسرائیل میں دیکھنا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہ آپؐ کی آمد سے قبل آپؐ کے منتظر تھے۔ پورے حجاز میں ان کی ہی آواز پر عوام میں حضورؐ کی آمد کا چرچا تھا۔ ان کی ہی بتائی ہوئی علامتوں کی وجہ سے انصار مدینہ نے ایمان لانے میں پہل کی۔ اور یہود اپنی نسلی تعصب کی وجہ سے پھر آنے والے نبی کی میلاد پڑھنے لگے۔ سورہ بقرہ میں ان کی حالت یوں بیان کی گئی ہے۔

''جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک ایسی کتاب آئی جو اُن کے پاس موجودہ کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اس سے قبل یہ خود کافروں سے اس کا بیان کرتے رہتے تھے اور ان پر اسے فتح کا ذریعہ جانتے تھے۔ پھر جب یہ کتاب ان تک پہنچی اور انہوں نے پہچان بھی لیا پھر بھی اس کے منکر ہو گئے سو اللہ کی لعنت ہے ایسے منکروں پر۔'' (البقرہ۔ ۸۹)۔

موجودہ دور میں یہود اور عیسائی جملہ امور میں مسلمانوں کے خلاف باہم متحد ہیں۔ ان کی کھلی اسلام دشمنی کے باوجود ہمارے نادان یا برخود غلط حکمراں ان کی ناز برداریاں اٹھاتے ہیں اور ان سے خیر کی عبث توقع رکھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن نے ان کی اس خوش فہمی کو ان الفاظ میں رفع کیا ہے۔

''یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو'' (بقرہ آیت ۱۲۰)۔

یعنی اس وقت تک راضی نہ ہونگے جب تک اپنا دین چھوڑ کر ان کی پیروی اختیار نہ کرو گے اس لئے ہمارے ہاں اسلام کی عجیب عجیب تاویلیں اور تشریحات ان کو خوش رکھنے کے لیے ہو رہی ہیں۔ قرآن کی رو سے یہ خود خدا سے پھیری ہوئی قوم ہے اور دوسروں کو بھی اس نہج پر ڈالنا چاہتی ہے۔

احادیث میں یہ مضمون تواتر کے ساتھ آیا ہے کہ آخیر زمانہ میں یہود کا قبضہ ارض فلسطین پر

ہوگا۔ تمام یہود ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ تب ان میں دجال پیدا ہوگا جو اس وقت یہودی اقتدار اعلیٰ کا افسر ہوگا۔ مسلمانوں کو اس زمانہ میں یہود کا مقابلہ کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول ہوگا اور دجال اور فتنہ یہود اپنے منطقی انجام کو پہنچے گا۔

یہودی دینی ادب

قرآن حکیم نے تورات کے لیے الفرقان، ضیا نور و ہدایت اور بصائر ایسی ایمان افروز تعبیرات اختیار کی ہیں۔ جو خود اس کے منزل من اللہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس کی رو سے مسلمانوں کا اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ غالباً دنیا میں قرآن کریم کے سوا کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں جس نے کسی دوسرے مذہب کی کتاب کی اتنی تعریف کی ہو۔ جتنی قرآن پاک نے کی ہے۔

عام طور پر لوگ تورات سے مراد بائبل کے پرانے عہد نامے کی ابتدائی پانچ کتابیں مراد لیتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ الجھن پیش آتی ہے کہ کیا فی الواقع یہ کتابیں کلام الٰہی ہیں؟ اور کیا واقعی قرآن ان سب باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو ان میں درج ہیں؟ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ تورات بائبل کی پہلی پانچ کتابوں کا نام نہیں بلکہ وہ ان کے اندر مندرج ہے۔

یہودی بھی کسی ایک مقدس کتاب کو نہیں مانتے بلکہ یہ کئی صحیفے ہیں جو مختلف زمانوں میں مختلف شخصیتوں کے ذریعے مرتب کیے گئے اور اجماع امت سے مستند قرار پائے۔ یہودیوں میں مستند صحائف کا یہ مجموعہ محض ''کتابیں'' (اسفار، واحد سفر) کے نام سے موسوم رہا، البتہ عہد وسطیٰ میں اس کے ساتھ امتیاز کے لیے ''مقدس'' کا لفظ بھی استعمال کیا جانے لگا۔ عیسائیوں کی بائبل میں پہلا تین چوتھائی حصہ ان ہی ''کتاب'' پر مشتمل ہے اور ''عہد نامہ قدیم'' کہلاتا ہے۔ یہ (Old Testament) کے نام سے بھی معروف ہے۔ عیسائی بھی ''ان کتب'' کی حقانیت تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ عیسائیت نے یہودیت کے بطن سے جنم لیا ہے۔ اب یہودی بھی ''عہد نامہ قدیم'' کی اصطلاح اپنی ''کتاب مقدس'' کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

یہودیوں کی ان مقدس کتب یا ''عہد نامہ قدیم'' کی پہلی پانچ کتابیں (۱) تکوین یا پیدائش (۲) خروج (۳) احبار یا لاویین (۴) گنتی یا اعداد (۵) استثنا یا تثنیہ توریت کہلاتی ہیں، اور حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی مرتب کردہ سمجھی جاتی ہیں ان میں وہ حصہ بھی شامل ہے جو احکام عشرہ پر مشتمل ہے۔ یہود کے نزدیک یہ خدا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی الواح کی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر دیا گیا تھا۔ ان پانچ کتب کے علاوہ 34 مزید صحائف بھی اس کے ساتھ شامل ہیں' جن میں زبور' سموئیل' سلاطین' تواریخ' ایوب' غزل الغزلات' یسعیاہ' یرمیاہ' عاموس' عزرا' خصوصاً خاص کر قابل ذکر ہیں۔ تاہم عیسائی عہد نامہ قدیم کے ساتھ دوسرا حصہ عہد نامہ جدید (New Testament) بھی شامل کرتے ہیں۔ اس طرح عیسائی کل بائبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن یہود صرف عہد نامہ قدیم پر ایمان رکھتے ہیں اور عہد نامہ جدید کو سماوی کتاب تسلیم نہیں کرتے اس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبوت کے بھی منکر ہیں جبکہ مسلمان تورات اور انجیل دونوں کو آسمانی کتب مانتے ہیں' جملہ انبیاء بنی اسرائیل پر ایمان رکھنے کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

عہد نامہ قدیم (Old Testament) کے علاوہ یہودیوں کی دوسری اہم کتاب "تالمود" ہے۔ عام یہودی "تالمود" کو تورات کی طرح منزل من اللہ سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق "تورات" وحی مکتوب تھی اور "تالمود" زبانی وحی تھی۔ بعض یہود تو تالمود کو "تورات" سے بھی بالاتر سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص فقط تورات کو مانے اور تالمود کو نہ مانے وہ نجات نہیں پائے گا۔ اس لئے کہ تورات کی مثال روٹی کی سی ہے۔ جبکہ تالمود کی حیثیت سالن کی سی ہے۔ اور انسان صرف روٹی پر زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ اس پر وہ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کوئی تورات کو اس کے بغیر پڑھے گا۔ اس کا کوئی معبود نہیں۔ اگر کسی یہودی نے شریعت موسوی کی مخالفت کی تو اس کی مغفرت تو ممکن ہے' لیکن جس نے تالمود کی مخالفت کی وہ سزائے موت کا مستحق ہے۔

تالمود عجیب وغریب تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ یہ اگرچہ حاخاموں اور علماء کے اقوال پر مشتمل ہے تاہم یہود کے نزدیک حاخاموں کے اقوال زندہ خدا کے اقوال ہیں۔ جو خدا کے مشوروں پر مبنی ہیں۔ "تالمود" نہ صرف عقائد کے لحاظ سے ایک عجوبہ ہے بلکہ اس میں دیگر اقوام کے ساتھ بھی اچھا رویہ نہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ انبیاء کرام پر الزامات' جنات' ارواح خبیثہ' تعویذ گنڈے' جادو' طلسمات کے علاوہ تلمود کی رو سے غیر یہودی کو دھوکہ دینا بھی روا ہے۔ ان سے عہد کی پاسداری کی کوئی وقعت نہیں۔ ان کی خواتین کی عصمت دردی کوئی برائی نہیں۔ غیر

یہودی اگر کسی مشکل میں مبتلا ہو تو اس کی کوئی مدد نہ کی جائے۔ اس کی مغفرت ممکن نہیں جس نے کسی غیر یہودی کی گمشدہ چیز ملنے کے بعد واپس کر دی۔ ہر یہودی پر فرض ہے کہ وہ سطح زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات کو اقتدار سے محروم کر کے خود صاحب اقتدار بن جائیں۔ کیونکہ زمین پر صرف ان کا ہی حق ہے۔ تاہم ضرورت پڑنے اور حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر تالمود کی احکامات میں ردوبدل کیا جا سکتا ہے۔ ''تالمود'' میں عیسائیوں کے متعلق انتہائی ناشائستہ اور غیر مہذب زبان استعمال کی گئی ہے۔ انھیں شیطان کی نسل سے قرار دیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام پر بھی بہت کیچڑ اچھالا گیا ہے۔ جبکہ یہودیوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہودیوں کی ارواح خدا کی روح کے اجزاء ہیں۔ جو باقی تمام انسانوں سے ممتاز ہیں۔

اپنی تعلیمات کی وجہ سے یہود کی اس مذہبی کتاب کو ''کتاب شیطان'' یا ''جادو کی کتاب'' ٹھہرا کر سر بازار یورپ میں متعدد مرتبہ جلایا گیا۔ ان کو ختم کرنے کی ممکنہ حد تک کوششیں کی گئیں۔ مگر باوجود ان سب کچھ کے، یہود نے جلے ہوئے ہاتھ کی طرح اسے سینے سے لگا کر محفوظ رکھا۔ اس طرح اس کتاب کی بدولت یہودیوں کی شخصیت محفوظ رہی۔ عملی زندگی میں بھی یہود تورات کے بہ نسبت تالمود پر زیادہ کاربند نظر آتے ہیں۔ تاہم بعض یہودی ''تالمود'' سے بے زاری کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

عام طور پر یہودی ''تالمود'' کی اشاعت اپنے لئے بہت محدود پیمانے پر کرتے ہیں۔ ان کے مطابق اگر کوئی غیر یہودی اس کی پڑھنے کی کوشش کرے تو اسے قتل کر دینا چاہیے کیونکہ یہودی اپنی نسلی تفاخر کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل نہیں کرتے۔ آج کل ''تالمود'' کے دو نسخے مشہور ہیں۔ ایک ''مشنا'' جس پر فلسطینی علماء اور حاخاموں نے شرح اور اضافے کئے ہیں۔ اسے ''تالمود یروشلم'' کہا جاتا ہے۔ دوسرا ''مشنا'' جس پر بابل کے حاخاموں نے اضافے اور شرح لکھے ہیں۔ اسے ''تالمود بابل'' کہا جاتا ہے۔ آج کل عام طور پر یہی متداول ہے اور ''تالمود'' سے یہی ''تالمود بابل'' کا نسخہ مراد لیا جاتا ہے۔

بعثت نبویؐ پر کتاب مقدس کی گواہی

باوجود کافی اختلاف کے یہ حقیقت ہے۔ کہ کہیں کہیں ان کتابوں میں صداقت ''گم گشتہ''

کی جھلک بھی نظر آ جاتی ہے۔ یہ عموماً وہ مقامات ہیں۔ کہ لکھنے والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیائے بنی اسرائیل کے فرمودات کے بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ اب تک باوجود اس قدر تغیر و تبدل اور ترمیم و تحریف کے رسول اکرم محمد ﷺ کی آمد کے بارے میں صاف صاف بشارتیں کتاب مقدس میں موجود ہیں۔

یہ بشارتیں آپ کی خاتم النبیین ہونے پر وہ گواہی ہے جس کو کسی طرح جھٹلانا ان کے لئے ممکن نہیں۔ ان بشارتوں کو جھٹلا کر دراصل وہ آپ کو نہیں بلکہ ایک طرح اپنی کتابوں کو جھٹلا رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ ایک نجات دہندہ کے منتظر ہیں۔ اب ان بشارتوں کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ جو آپ کی نبوت پر کتاب مقدس کی ناقابل تردید گواہی ہے۔

پہلی گواہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر خداوند کی باتیں سُنیں اور فرمایا گیا: ''خداوند تیرا خدا تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔'' میں اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کہے گا' نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اُس سے لوں گا لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے' جس کے کہنے کا میں نے اُس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے (کتاب مقدس ص 184 ''عہد نامہ قدیم' کتاب اِستثنا۔ باب 18 آیات 20,19,18,15)

اگرچہ عیسائی تورات کی اس پیش گوئی کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے ہیں۔ مگر چند نکات کو مدنظر رکھ کر یہ حقیقت خود بخود واضح ہوتی ہے کہ یہ پیش گوئی آپ کے متعلق ہے۔

(۱) تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی آئے گا۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ بنی اسرائیل تھے۔ اور ان کے بھائی بنی اسماعیل تھے۔ اس لئے یہ علامت صرف آپ میں پائی جاتی ہے کیونکہ آپ حضرت اسحاقؑ کے بھائی حضرت اسماعیلؑ کے اولاد میں سے تھے۔

(۲) دوسری علامت وہ تیرے ہی مانند یعنی حضرت موسیٰؑ کی مانند ہوگا۔ یہاں بھی موازنہ کر

کے دیکھا جائے۔

(i) حضرت موسیٰ کے والد ماجد تھے جبکہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے معجزانہ طور پر پیدا ہوئے تھے۔

(ii) حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے۔ جبکہ حضرت عیسیٰؑ صاحب شریعت نہ تھے۔ جیسا کہ پہاڑی کے وعظ میں ارشاد ہوا ہے کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے نہیں آیا۔

(iii) اُنھیں حکومت حاصل تھی۔ علاوہ ازیں سب سے اہم بات عیسائی حضرات عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابن اللہ نہ تھے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی غلامی سے یہودیوں کو نجات دی۔ عیسیٰ علیہ السلام سے قطع نظر جب ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کا جائزہ لیتے ہیں تو بڑی مماثلت نظر آتی ہے۔

آپؐ قدرت کے عام قانون کے مطابق پیدا ہوئے۔ آپؐ صاحب شریعت نبی تھے۔ آپؐ نے عربوں کو عجمیوں کے غلبہ و استیلا سے نجات دلائی۔ آپ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ حکمران بھی تھے۔ اور اس طرح بے شمار مشابہتیں ہیں۔ جن کی تصدیق قرآن پاک نے یوں فرمائی ہے۔ "ہم نے تمہاری طرف اس عظیم الشان رسولؐ کو گواہ بنا کر بھیجا۔ جس طرح ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا" (مزمل آیت ۱۵)۔ آپؐ پر جو کچھ نازل ہوا وہ قرآن مجید کی صورت میں لفظاً بہ لفظ محفوظ ہے لیکن انجیل کے متعلق یہ بات نہیں ہے۔

بشارت کا آخری حصہ کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے۔ مخالفین نے آپؐ کی ہلاکت کی کیا کیا تدبیریں نہ کیں مگر آپ محفوظ اور مامون رہے مگر مخالفین ابوجہل، ابولہب وغیرہ خود ذلت کی موت مارے گیے۔ علاوہ ازیں یہ بشارت آپؐ کی نسبت اس طرح بھی صادق ہوئی کہ آپؐ کے عہد مبارکہ کے آخر میں مسلیمہ کذاب نے جھوٹا دعوائے نبوت کیا اور خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں قتل ہوئے۔

دوسری گواہی

"اور مرد خدا موسیٰ علیہ السلام نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی۔ وہ یہ ہے اور اس نے کہا: خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔ اور

کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور لاکھوں قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر اس کے لئے آتشی شریعت تھی۔

(کتاب مقدس' پرانا عہد نامہ' کتاب استثنا' باب 33 آیت 2۔ ص 201)

اس میں تین عظیم الشان رسولوں کی بعثت کا اعلان ہے۔ سب سے پہلے موسیٰ کلیم اللہ جو وادی سینا اور سینا پہاڑ (کوہ طور) سے خاص نسبت رکھتا ہے۔ دوم حضرت مسیح علیہ السلام جو شعیر سے آشکار ہوئے۔ شعیر اس پہاڑ کا نام ہے۔ جو شام میں واقع ہے۔ آل یعقوب میں اس نام کی ایک قوم بھی تھی جو بنو عاشر کے نام سے تاریخ میں محفوظ ہے اور تیسرے حضور نبی کریم محمد ﷺ جو کوہ فاران پر جلوہ آرا ہوئے۔ اس کے بعد لکھا گیا ہے کہ لاکھوں قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ حالانکہ ایک صدی قبل بائبل میں یہ جملہ یوں تھا۔ "اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا" اور یہ حقیقت تاریخ' احادیث وسیر کی کتابوں سے ثابت ہے کہ فتح مکہ کے وقت آپؐ کے ساتھ صحابہ کرام کی تعداد دس ہزار تھی۔ چونکہ احادیث وسیر میں تحریف ان کے لیے ممکن نہ تھی۔ اس لئے بائبل کے اردو مترجمین نے اس تعداد کو بہ یک جنبش قلم لاکھوں میں تبدیل کر دیا۔ شاید اب بھی دیگر غیر ملکی زبانوں میں یہ تعداد دس ہزار ہی ہو۔ اس کو فیلڈ ریفرنس بائبل مطبوعہ 1917ء کے انگریزی ترجمے میں دس ہزار قدوسیوں کے الفاظ موجود ہیں۔ اس سے "کتاب مقدسہ" میں تحریف کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جبکہ آتشی شریعت یعنی جہاد و قتال کا ارادہ لے کر آپ مکہ فتح کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔

تیسری گواہی:

زبور میں حضرت داود علیہ السلام ایک آنے والے نبی کا مشتاقانہ ذکر و توصیف یوں فرماتے ہیں۔

تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے
تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے
اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا (آیت ۲)
اے زبردست! تو اپنی تلوار کو
جو تیری حشمت و شوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر۔ (آیت ۳)

اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر
اپنی شان وشوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو
اور تیرا دہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا (سکھلا دے گا) (آیت۔۴)
تیرے تیر تیز ہیں
وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں
اُمتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔ (آیت۔۵)
اے خدا! تیرا تخت اُبدالآباد ہے
تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ (آیت۔۶)
تو نے صداقت سے محبت رکھی اور بدکاری سے نفرت
اسی لیے خدا تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے
تجھ کو تیرے ہمسروں سے زیادہ مسح کیا۔ (آیت۔۷)
تیرے ہر لباس سے مُر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے۔
ہاتھی کے دانت کے محلوں میں سے تاردار سازوں نے تجھے خوش کیا ہے۔ (آیت۔۱۸)
تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے۔
جن کو تو تمام روی زمین پر سردار مقرر کرے گا۔ (آیت۔۱۶)
میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم رکھوں گا۔
اس لئے اُمتیں ابدالآباد تیری شکر گزاری کریں گی۔ (آیت۔۱۷)

(کتاب مقدس پرانا عہدنامہ زبور۔باب 45 ص 553-54)

یہ بشارتیں حرفاً حرفاً سرور عالم ﷺ پر صادق ہیں۔ بعض حضرات اگرچہ کہہ سکتے ہیں کہ حسن و جمال میں یکتا تو یوسف علیہ السلام تھے۔ تو انہیں یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام سے بہت پہلے گزر چکے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت محمد ﷺ کے علاوہ اور کوئی نبی ایسا نہیں آیا جو باطنی فضل و کمال کے ساتھ ظاہری حسن و جمال، حسن و اخلاق میں یکتائے زمانہ و یگانہ عالم ہو۔ اور حشمت و شوکت، حکومت و سلطنت اور تیر و تلوار کا بھی مالک ہوا ہو۔

چوتھی گواہی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے محبوب خدا فخر انبیاء، حضرت محمد ﷺ کی شان میں یوں مدح خوانی فرمائی ہے۔

میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔(نورانی گندم گوں مراد ہے۔)
وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔
اس کا سر خالص سونا ہے (اس کا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے)
اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوّے سی کالی ہیں۔
اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں۔
جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں
اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں
اس کے ہونٹ سوسن ہیں جس سے رقیق مر ٹپکتا ہے
اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں
اس کا پیٹ ہاتھی کے دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔
اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں
وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے
اس کا منہ ازبس شیریں ہے۔ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے

(ان آیات سے ذرا پہلے آیت 9 میں کہا گیا ہے۔)

تیرے محبوب کو کسی دوسرے محبوب پر کیا فوقیت ہے۔

(کتاب مقدس، پرانا عہد نامہ، کتاب غزل الغزلات آیت 10 تا 16 باب 5 ص 658)

یعنی آنے والا نبی دوسرے تمام انبیاء پر کیسے فوقیت رکھتا ہے۔اس کے آگے اس سوال کا جواب مذکور ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کو انتہائی عاشقانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایک موقع پر دس ہزار جانثار، اس کے جلو میں ہوں گے اور یہ تاریخی حقیقت دنیا پر آشکارہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار جانثار آپ ؐ کے ہمرکاب تھے۔جس کے آپ ؐ سردار تھے پھر یہ فرمایا کہ وہ سراپا عشق انگیز ہے۔مگر یہاں عبرانی

اور قدیم عربی ترجموں میں اصل لفظ ''محمدیم'' موجود ہے۔ مگر مترجمین نے اصل عبرانی لفظ ''محمدیم'' کا ترجمہ ''آل ٹوگیدر لولی'' (All Together Lovely) کیا ہے۔ عبرانی زبان کے علماء کے نزدیک ''یم'' عبرانی زبان میں احترام واکرام اور جمع وتعظیم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدا کو بائبل میں ''الوہ'' کی بجائے الوہیم کہا گیا ہے۔ یا جیسے بعل (بزرگ) کی بجائے بعلیم ہے۔ یہاں اصل لفظ ''محمدؐ'' تھا۔ تعظیم کی وجہ سے ''محمدیم'' کر دیا گیا اور بعد میں مترجمین نے اس کچھ کا کچھ بنا دیا۔

پانچویں گواہی

کتاب مقدس میں آپؐ کی آمد کے متعلق یسعیاہ کی گواہی ملاحظہ ہو۔

''اس لیے ہمارے لیے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی اور اس کا نام عجیب مشیر خدائے قادر ابدیت کا باپ سلامتی کا شہزادہ ہوگا۔ اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ داؤدؑ کے تخت اور اس کی مملکت پر آج سے ابد تک حکمراں رہے گا۔ اور عدالت اور صداقت سے اُسے قیام بخشے گا۔ رب الافواج کی غیوری یہ کرے گی۔ (کتاب مقدس' پرانہ عہد نامہ' یسعیاہ' باب 9 آیات 7,6 ص 69۔ 667)

اس پیش گوئی میں بھی ایک نبی منتظر کی اطلاع ہے۔ جس کو عیسائی مبلغین حضرت عیسیٰؑ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر آنے والے کی جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ حضورؐ سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں۔ ''یعنی سلطنت اس کے کندھوں پر ہوگی'' جو کہ صرف آپؐ تھے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے مبرّا تھے۔ اس میں ان کے نام کو عجب کہا گیا ہے۔ عیسیٰ یا مسیح علیہ السلام کے نام تو عجب نہیں' تاہم عرب کا پورا ادب اس سے خالی ہے کہ آپ کا نام ''محمدؐ'' حضورؐ سے پہلے کسی کے لیے رکھا گیا ہو۔ یہ نام اہل عرب کے لیے واقع عجیب تھا۔ جس طرح آپؐ کی ذات میں جملہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں' اس طرح صوتی اور معنوی اعتبار سے بھی آپؐ کا نام بے مثال ہے اور یہ نام آپؐ سے پہلے کسی کو نہیں ملا۔ عربی کا پورا ادب اس بات کی گواہ ہے۔ دوسرا نام مشیر ہے یا ''مشیر خدائے قادر'' یہ بھی آپؐ کا وصف امتیازی ہے۔ اور آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔ ''وشاورھم فی الامر'' اور آپؐ کے ماننے والوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے' کہ ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے۔ لا

خلافۃ الا بالمشورہ تیسری صفت ابدیت کا بتایا گیا ہے۔ یہ بھی حضورؐ ہی ہیں۔ جنھیں خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا گیا۔ جن کی شریعت قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْراً وَّ نَذِیْراً اور ہم نے تجھے جملہ نوع انسانی کے لیے بھیجا (۳۴۔۲۸) اس پیش گوئی میں ایک نام سلامتی کا شہزادہ ٹھہرایا ہے۔ اور اسلام نام ہی سلامتی کا ہے۔ جس کے پیروکار نماز میں پوری دنیا کے لیے سلامتی کی دعا مانگتے ہیں۔ مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے پر سلام بھیجتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہو گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمانروائی نصیب نہ ہوئی لیکن آپ کو عطا ہوا جس نے پوری دنیا کو تابع فرمان کر کے چھوڑا۔

چھٹی گواہی:

حبقوق نبی اپنی دعا میں فرماتے ہیں۔

خدا تیمان سے آیا
اور قدوس کوہ فاران سے۔ سلاہ
اس کا جلال آسمان پر چھا گیا
اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی
اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی
اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں
اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی
وبا اس کے آگے آگے چلتی تھی
اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے
وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی
اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں
ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے
قدیم ٹیلے جھک گئے
اس کی راہیں ازلی ہیں

(کتاب مقدس پرانا عہد نامہ حبقوق باب 3 آیات 3 تا 6 ص 78-877)

اس پیشنگوئی میں کوہ فاران کے بعد "زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی" صاف "محمد" کا ترجمہ ہیں جس کی حمد کی گئی اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی۔ وہ اسم با مسمیٰ ذات صرف حضور نبی کریم ﷺ کی ہی تھی۔ اور یہ صرف آپؐ ہی کی نگاہ تھی جس نے قوموں کو پراگندہ کر دیا اور غیر اللہ کے پجاری حیرت زدہ رہ گئے۔

تاریخ کی گواہی

اب ہم تاریخ سے وہ ناقابل تردید شواہد پیش کرتے ہیں جس کے مطابق یہود نے آپؐ کو پہچاننے کے باوجود تسلیم کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ آپ کی حقانیت وہ خود کئی بار تسلیم کر چکے ہیں۔ جس پر تاریخ گواہ ہے۔

پہلی گواہی

یہود کا شعار تھا۔ کہ جب کبھی کفار و مشرکین سے ان کی جنگ ہوتی تھی اور ان کی فتح کے ظاہری امکانات ختم ہو جاتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے اور وہ مقام جہاں حضور نبی کریمؐ کی صفات و کمالات کا ذکر ہوتا کھول دیتے ان پر ہاتھ رکھ کر ان الفاظ میں خدا سے مانگتے۔

"اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اسی نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ آج ہمیں اپنے دشمنوں پر فتح دے" تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کر کے انہیں فتح عطا فرماتا تھا۔ مگر جب آپؐ تشریف لائے تو صرف آپ کی نبوت سے اس لئے انکار کر دیا کہ آپؐ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے۔ سورہ بقرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے یوں فرمایا گیا ہے۔

"اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جیسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا۔ اس کے ماننے سے سو پھٹکار ہو۔ اللہ کی دانستہ کفر کرنے والوں پر۔ (آیت نمبر۔ ۸۹)

دوسری گواہی

ابن نملہ سے منقول ہے کہ مدینہ کے بنی قریظہ یہودی اپنی کتابوں میں نبی کریمؐ کا ذکر

پڑھا کرتے تھے۔ اپنی اولاد کو بھی حضورؐ کی آمد صفات اور اسم مبارک سے آگاہ کرتے اور یہ بھی بتاتے تھے کہ مدینہ حضورؐ کی ہجرت گاہ ہے۔ لیکن جب آپ مبعوث ہوئے تو مارے حسد وعناد کے آپؐ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

تیسرا گواہی

ابن اسحاق نے سیرۃ النبی ابن ہشام میں ہشام بن عروہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کے والد (زبیر بن العوامؓ) نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سنا کہ ایک یہودی تجارت کے لیے مکہ مکرمہ میں مقیم تھا۔ جب شب میلاد آئی تو اس نے قریش کی محفل میں آکر پوچھا' اے گروہ قریش! کیا آج رات تمہارے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا بخدا ہمیں معلوم نہیں۔

اس نے ازراہ تعجب کہا اللہ اکبر! تم اپنے گھر والوں سے اس کے بارے میں ضرور دریافت کرنا اور میری اس بات کو فراموش نہ کرنا کہ آج کی رات اس اُمت کا نبیؐ پیدا ہوا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دو کندھوں کے درمیان بالوں کا ایک گچھا اُگا ہوا ہوگا۔ لوگ مجلس برخاست کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر ایک نے اپنے گھر جا کر اپنے اہل خانہ سے پوچھا کہ قریش میں کسی کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آج عبداللہ بن عبدالمطلب کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ جس کا نام انہوں نے "محمدؐ" رکھا ہے۔ وہ لوگ اس یہودی کے پاس گئے' اسے بتایا کہ ان کے قبیلے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس نے کہا میرے ساتھ چلو میں بھی اس بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسے لے کر وہ لوگ حضرت آمنہؓ کے یہاں آئے۔ بچہ جب ان کے سامنے لایا گیا تو اس یہودی تجار نے بچے کی پیٹھ سے کپڑا اٹھایا۔ بچے کے کندھوں کے درمیان بالوں کا اگا ہوا ایک گچھا دیکھا تو وہ یہودی غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا تھا۔ انہوں نے انتہائی حسرت ویاس سے کہا: آج بنی اسرائیل کے گھرانہ سے نبوت رخصت ہوگئی۔ اے گروہ قریش! تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ یہ مولود تمہیں بام عروج پر پہنچائے گا۔ مشرق ومغرب میں تمہارے نام کی گونج سنائی دے گی۔

چوتھی گواہی

مالک بن سنان راوی ہیں کہ میں ایک روز بنی عبدالاشہل یہودی قبیلے کے یہاں گپ

شب کے لیے گیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہمارے اور بنی عبدالاشہل کے مابین عارضی جنگ بندی کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ میں نے یوشع یہودی کو کہتے سنا کہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس کا نام احمد ہوگا۔ وہ حرم سے نکلے گا۔ خلیفہ بن ثعلبہ الاشہلی نے ازراہ استہزاء کہا کہ اس کا حلیہ بتاؤ تو یوشع نے کہا: وہ نہ پست قد ہوگا نہ طویل قامت ہوگا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی وہ دستار باندھے گا۔ اونٹ پر سوار ہوگا اس کی تلوار اس کی گردن میں حمائل ہوگی یہ شہر یثرب (مدینہ) اس کی ہجرت گاہ ہے۔ مالک بن سنان کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں اپنی قوم کے پاس گیا مجھے یوشع کی بات سے حیرت ہو رہی تھی تو ہمارے قبیلے کے ایک آدمی نے کہا کہ یہ بات صرف یوشع تو نہیں کہتا بلکہ یثرب کا ہر یہودی یہ بات کہتا ہے۔ اس کے بعد میں وہاں سے بنو قریظہ کے یہاں آیا وہاں بنو قریظہ کے چند افراد جمع تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کا ذکر شروع کر دیا۔ زبیر بن باطا نے کہا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ یہ ستارہ صرف اس وقت طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کا ظہور ہو اور اب سوائے ''احمد'' کے اور کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ یہ شہر (مدینہ) اس کی ہجرت گاہ ہے۔

پانچویں گواہی

سن ۱۱ نبوی کا واقعہ ہے۔ حج کا زمانہ تھا۔ آپؐ حسب دستور ایام حج میں رؤسائے قبائل کے پاس جا کر اسلام کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ اس بار بھی آپؐ متعدد قبائلی سرداروں کے پاس تشریف لے گئے۔ عقبہ کے پاس جہاں اب مسجد العقبہ واقع ہے۔ آپؐ کو قبیلہ ''خزرج'' کے چند اشخاص نظر آئے۔ آپؐ نے ان سے نام و نسب پوچھا جو انہوں نے بتایا تو آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیتیں سنائیں۔ قرآن پاک کی آیتیں سن کر انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ کیونکہ وہ یہود کے پڑوسی تھے۔ اور یہود پورے حجاز میں آپؐ کی آمد کی خبریں عوام کو پہنچانے کے لیے وعظ کی مجلسیں منعقد کیا کرتے تھے۔ آنے والے رسولؐ کی میلاد کی محفلیں ان ہی کی دم سے آباد تھیں۔ انہوں نے رسول کریمؐ کی بردبار شخصیت اور کلام پاک کی سحر آفرینی کو دیکھا۔ یہود کی جملہ نشانیوں کو یاد کیا۔ تو ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ''یہ ٹھیک وہی نبیؐ ہے۔ دیکھو! یہود ہم سے اس اولیت میں بازی نہ لے جائیں۔ یہ کہہ کر سب نے اسلام قبول کیا۔ یہ کل چھ آدمی تھے۔ ان کے اسماء گرامی تاریخ میں محفوظ ہیں۔

اور یہ حضرات (۱) ابوالہیثمؓ بن تیہان (۲) ابوامامہ اسعدؓ بن زراہ (۳) عوفؓ بن حارث (۴) رافع بن مالکؓ بن عجلان (۵) قطبہؓ بن عامر حدیدہ (۶) جابرؓ بن عبداللہ بن رباب تھے۔

چھٹی گواہی

بعثت حضور ﷺ سے دو سال قبل شام سے ایک یہودی عالم دین ابن الہیبان آ کر بنو قریظہ میں مقیم ہو گیا۔ وہ بہت عابد و زاہد انسان تھا اور سب یہودی اس کے معتقد تھے۔ یہود جب بھی قحط سالی کا شکار ہوتے تو ان سے دُعا کی درخواست کرتے تھے۔ وہ جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتا تو بادل گھر کر آتے اور بارش برسنے لگتی تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو انہوں نے سب کو اکٹھا کر کے وصیت کی کہ اے گروہ یہود! تم جانتے ہو کہ میں شام کی سرسبز و شاداب اور فراوانیوں سے بھرپور سرزمین چھوڑ کر کیوں اس افلاس زدہ شہر میں آیا۔ بنو قریظہ نے کہا تو ہی بہتر جانتا ہے تو اس پر انہوں نے کہا: میں اپنا وطن چھوڑ کر یہاں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرتا رہا اور افسوس کہ اب اس حالت میں مر رہا ہوں کیونکہ مجھے ایک نبی کے ظہور کی توقع تھی۔ اس کے ظہور کا زمانہ بالکل قریب آ چکا ہے یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔ اے گروہ یہود! جب وہ تشریف لائے تو اس کی پیروی اختیار کرنا اور خیال رکھنا کہ کوئی تم سے اس معاملے میں سبقت نہ لے۔ ان کے انتقال کے بعد جب مسلمانوں نے جنگ احزاب کے اختتام پر بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا اور ان کا قلعہ فتح ہوا تو بنو قریظہ سے تین افراد باہر نکلے۔ یہ شعبہ کے دو بیٹے اسد اور ثعلبہ اور عبید کا بیٹا اسد تھے۔ انہوں نے بنو قریظہ کو مخاطب کر کے کہا: اے گروہ یہود تمہارے سامنے ابن الہیبان نے کیا کہا تھا۔ بخدا یہ وہی نبیؐ ہے۔ جن کا انہوں نے ذکر کیا تھا۔ اس میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ مگر بنو قریظہ نے ان کو جھٹلایا۔ ان تینوں افراد نے دربار نبویؐ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

ساتویں گواہی

حضرت عبداللہ بن سلامؓ عرب کے اندر یہود کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا تھے۔ حضور نبی کریمؐ پر علماء یہود میں سب سے پہلے آپ نے ایمان لایا تھا۔ جب چند انصار مدینہ نے اسلام قبول کیا تو ان میں سے بعض نے عبداللہ بن سلام سے ان کا ذکر کیا کہ آپ جس نبی آخر زمان کی بعثت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے' وہ مکہ کے اندر معبوث ہو چکے ہیں اور ہم لوگ ان کی

دعوت قبول کر کے مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس زمانے میں عبداللہ بن سلام حصین کے نام سے موسوم تھے۔ آپ نے ان نو مسلم صحابہ کرام سے تمام علامتیں دریافت کیں تو ان کو عین تورات کے مطابق پایا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب آپ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ اس وقت آپ اپنے باغ میں درختوں سے میوے اتروا رہے تھے۔ ان کی پھوپھی خالدہ بنت حرث بھی موجود تھیں۔ کسی نے اگر آپ کو حضور کی آمد کے متعلق بتایا نبی کریمؐ کی آمد کا سن کر آپ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے، تو پھوپھی کہنے لگیں۔ حصین! تمہیں تو احمدؐ کے آنے کی اتنی خوشی ہوئی شاید موسیٰ علیہ السلام بن عمران تشریف لاتے تو اتنی مسرت نہ ہوتی۔ تو آپ نے کہا۔ پھوپی جان! خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ اور اسی مسلک حق کی تبلیغ کے لیے دنیا میں تشریف لائے ہیں جس کے پیرو موسیٰ علیہ السلام تھے۔

پھوپھی نے متعجب ہو کر پوچھا کہ کیا واقع وہی نبی ہیں جن کی آمد کی پیش گوئی تورات میں مذکور ہے۔ تو آپ نے ہاں میں جواب دیا۔ اس لئے جب آپ بارگاہ نبویؐ میں جانے لگے تو پھوپھی بھی آپ کی ہمراہ ہو لیں۔ اور دونوں مشرف بہ اسلام ہو کر گھر لوٹ آئے۔ اور سب گھر والوں سے حضور نبی کریمؐ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ جو سب نے منظور کر لی۔ اور پورا گھرانہ مسلمان ہوا۔ امام بخاری کی روایت کے مطابق عبداللہ بن سلام نے حضورؐ پر ایمان لانے سے قبل تین سوالات پوچھے اور کہا کہ ان تین سوالات کے جوابات نبی مرسل کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

(۱) قیامت کی پہلی علامت کونسی ہوگی؟

(۲) اہل جنت کو کھانے میں سب سے پہلے کونسی چیز پیش کی جائے گی۔

(۳) وہ کونسا سبب ہے جس کے باعث بچہ کبھی ماں کے ہمشکل ہوتا ہے کبھی باپ کے مشابہ؟

حضور نبی کریمؐ نے ان جوابات کے سلسلے میں فرمایا کہ قیامت کی پہلی علامات میں سے ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو ہنکا کر مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی۔ دوسرے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کو کھانے میں سب سے پہلے مچھلی کا جگر پیش کیا جائے گا یہ سننا تھا کہ عبداللہ بن سلام پکار اٹھے "میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور یہ کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔"

قبول اسلام کے بعد عبداللہ بن سلام نے نبی کریمؐ سے فرمایا کہ یہود بڑی دروغ گو اور

افترا باندھنے والی قوم ہے۔ انھیں میرے قبول اسلام کا حال معلوم ہو گیا تو مجھ پر طرح طرح کے بہتان باندھیں گے۔ اس لئے میرے مسلمان ہونے کا اظہار ابھی نہ کیا جائے۔ اس کے بعد جب یہود کی ایک جماعت بارہ گاہ نبوت میں حاضر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: تمہارے درمیان حصین بن سلام کیسا آدمی ہے تو یہود کہنے لگے حصین بن سلام ہم" میں سب سے اچھے والد کے فرزند ہیں۔ وہ ہمارے سردار کے سردار بیٹے ہیں۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو کیا تم لوگ بھی مسلمان ہو جاؤ گے یہ سن کر انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ممکن ہے۔ ان کی بات سن کر عبداللہ بن سلام بن پردے سے ہٹ کر سامنے آ گئے۔ اور شہادت دی کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر پہلے تو وہ یہودی حیرت سے سکتے میں آ گئے۔ پھر حیرت سے ایک دوسرے کو تکنے لگے پھر غیظ وغضب کے عالم میں ان کے رنگ متغیر ہو گئے اور کہنے لگے یہ ہم میں سے بدترین شخص ہے اور بدترین شخص کا بیٹا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حضرت عبداللہ بن سلام کے خلاف بہت نازیبا کلمات کہنے لگے تو عبداللہ بن سلام نے فرمایا: یارسول اللہ! مجھے ان کی اسی افترا بازی کا کھٹکا تھا۔ (بخاری)

فتح الباری کے مطابق قبول اسلام کے بعد نبی کریم نے آپ کا نام حصین سے بدل کر عبداللہ رکھ دیا جبکہ یہودی قبیلہ بنی قینقاع سے آپ کا تعلق تھا۔

آٹھویں گواہی

شواہد تو اور بھی بے شمار ہیں لیکن اختصار سے کام لیتے ہوئے آخر میں ہم اُم المومنین حضرت صفیہؓ کی گواہی پیش کرتے ہیں۔ آپؓ مسلمان ہونے سے قبل یہودی رئیس حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد اور میرے چچا تمام بچوں میں سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے تھے جب بھی میں ان سے ملتی تو وہ اٹھا کر مجھے سینے سے لگا لیتے تھے۔ جب رسول اللہ قبا میں تشریف لائے اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام فرمایا تو میرا والد اور چچا صبح اندھیرے منہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلے گئے اور دن ڈھلے سورج غروب ہونے کے بعد بہت تھکے ماندے اور افسردہ خاطر لوٹے۔ میں نے حسب معمول ان کو پیار بھرے الفاظ میں مرحبا کہا۔ لیکن انہوں نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو اپنے باپ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا بے شک خدا

کی قسم! پھر چچا نے پوچھا کیا تم نے ان کو تورات میں بیان کردہ نشانیوں اور صفات سے پہچان لیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بے شک خدا کی قسم یہ وہی ہیں۔ پھر میرے چچا نے پوچھا کہ بتاؤ اب کیا خیال ہے تو میرے والد نے جواب دیا۔ "عداوتہ واللہ ما بقیت" خدا کی قسم جب تک زندہ رہوں گا ان سے عداوت کرتا رہوں گا۔

کتاب مقدس کی پیش گوئیوں اور تمام تاریخی شواہد کے مطابق جس کے گواہ خود وہ اصحابؓ ہیں جو پہلے دین یہود پر تھے۔ کہ یہود محض' حسد' عناد اور نسلی تفاخر کی وجہ سے آپؐ پر ایمان لانے سے محروم رہے حالانکہ آپؐ کی حقانیت ان پر روز روشن کی طرح عیاں تھی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کتاب مقدس جس نبی کی آمد کی خبر دے رہا تھا۔ وہ تشریف لا چکے ہیں۔ اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود یہود ایک نجات دہندہ کے منتظر ہیں۔ البتہ حدیث کی روشنی میں ایک دجال کی آمد متوقع ہے۔ جو یہود میں سے پیدا ہوگا۔

☆☆☆

مضمون کے مآخذ

(۱) قرآن مجید' ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی' تفسیری حواشی' مولانا صلاح الدین یوسف' مطبوعہ: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ۔ سعودی عرب

(۲) تفہیم القرآن۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی' مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور

(۳) "کتاب مُقدّس" (اردو) بائبل سوسائٹی' انارکلی' لاہور' 1997ء

(۴) یہودیت قرآن کی روشنی میں: مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' 2001ء

(۵) یہودیت قرآن کی روشنی میں' مولانا عبدالکریم پاریکھ' اسلامک پبلی کیشنز' لاہور۔ 2001ء

(۶) سیرۃ النبیؐ (کامل)' شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی' مکتبہ اردو ڈائجسٹ' لاہور

(۷) ضیاء النبیؐ' پیر محمد کرم شاہ الازہری' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' 1420ھ

(۸) سیرۃ کبریٰ: مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری' المکتبہ العربیہ' لاہور

(۹) نقوش رسول نمبر (جلد 1 تا 4)' مدیر محمد طفیل' ادارہ فروغ اردو' لاہور

(۱۰) مذاہب عالم: ایس۔ایم۔شاہد' ایورنیو بک پیلس' لاہور

(۱۱) مذاہب عالم' احمد عبداللہ' مکی دارالکتب' لاہور۔2002ء

(۱۲) مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا' لیوس مور' مترجم' یاسر جواد/سعدیہ جواد' نگارشات' لاہور 2003ء

(۱۳) آئینہ تثلیث' مولانا کوثر نیازی' فیروزسنز' لاہور

(۱۴) میری جدوجہد' ہرایڈولف ہٹلر' مترجم' نارائن۔فکشن ہاوس۔لاہور 2004ء

(۱۵) فیروزسنز اردو انسائیکلوپیڈیا (تیسرا ایڈیشن) فیروزسنز' لاہور

☆☆☆

عیسائیت ایک مطالعہ

اور

بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی

عیسائیت ایک مطالعہ اور بعثت نبوی ﷺ پر اس کی گواہی

عیسائیت کا شمار دنیا کے عظیم مذاہب میں ہوتا ہے۔ دنیا کی ایک بہت بڑی آبادی اس مذہب پر عقیدہ رکھتی ہے۔ اس کی ابتدا اگرچہ مشرق سے ہوئی لیکن کچھ عرصہ بعد مغربی قوموں نے اس کو اختیار کیا۔ موجودہ مذہب کو اگرچہ حضرت عیسیٰؑ سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن اگر تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھا جائے اور پھر خاص کر قرآن کی روشنی میں اس کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ وہ مذہب نہیں جس کی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ قرآن اور کتاب مقدس سے قطع نظر تاریخ بھی اس امر کی تائید کرتی ہوئی نظر آتی ہے بلکہ اس مذہب میں جس قدر اور جس زمانے میں جتنی تخریب ہوئی وہ بھی تاریخ کے صفحات پر بکھرا پڑا ہے۔ یہ دنیا کا غالباً واحد مذہب ہے، جس کی تاریخ تحریف بھی محفوظ ہے۔ تاہم عام طور پھر اس سے وہ مذہب مراد لیا جاتا ہے جس کی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کا ذاتی نام یشوع یا یسوع عیسیٰ تھا۔ لفظ عیسیٰ عبرانی زبان کے لفظ یسوع کا معرب ہے۔ جس کے معنی نجات دلانے والے کے ہیں۔ مسیح آپؑ کا صفاتی نام تھا، کنیت ابن مریم تھی، جبکہ قرآن مجید میں آپؑ کے مندرجہ ذیل اسماء بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) عیسیٰؑ تقریباً 26 مرتبہ (۲) مسیح تقریباً گیارہ مرتبہ (۳) عبداللہ دو مرتبہ (۴) ابن مریمؑ کنیت کے حوالے سے 23 مرتبہ (۵) وجیھا فی الدنیا والآخرہ ایک مرتبہ (۶) کلمۃ اللہ ایک مرتبہ (۷) روح اللہ یعنی بغیر اسباب ظاہری کے روح ڈالے ایک مرتبہ۔

حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے قبل یہودیوں میں ایک نجات دہندہ کا چرچا تھا اور وہ اس کا بے صبری سے انتظار بھی کر رہے تھے مگر ان کے پاس ان کی آمد اور جائے پیدائش کے بارے معلومات بہت مبہم تھیں۔ عیسائیت کے عقیدے کے مطابق حضرت یسوع کا نام "عمانوایل" ہے۔ جس کے معنی "خدا ہمارے ساتھ ہے" کے ہیں، اس کا ذکر یسعیاہ باب 7 آیات نمبر 14 تا 16 میں یوں بیان ہوا ہے۔

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔ وہ

دہی اور شہد کھائے گا جب تک کہ وہ نیکی اور بدی کے ردوقبول کے قابل نہ ہو۔ پر اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا نیکی اور بدی کے ردّوقبول کے قابل ہو یہ ملک جس کے دونوں بادشاہوں سے تجھ کو نفرت ہے ویران ہو جائے گا (کتاب مقدس۔ پرانا عہد نامہ ص 666) مگر اس صریح پیش گوئی کے باوجود یہودیوں نے اس کو نبی تسلیم نہ کیا۔

حضرت عیسیٰؑ سلسلہ انبیائے نبی اسرائیل کے آخری نبی ہیں۔ مسلمان حضرت عیسیٰؑ کا سلسلہ نسب ماں کی طرف سے ابن مریم سے شروع کر کے حضرت داودؑ پر ختم کرتے ہیں۔ عیسائی اگرچہ حضرت عیسیٰ کو حضرت مریمؑ کے منگیتر یوسف نجار کا بیٹا نہیں سمجھتے لیکن نسب اس کی طرف شمار کرتے ہیں۔ جبکہ اناجیل میں والدہ کی طرف سے اصلی نسب نامہ کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود پدری نسب ناموں میں بھی عیسائیوں کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ عیسائی حضرات جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل نام میں متردد ہیں اسی طرح سلسلہ نسب میں بھی اختلاف کے شکار ہیں۔

ولادت

یسوعؑ کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش غیر یقینی ہے۔ خود اس ضمن میں کتاب مُقدس میں تضادات ہیں۔ مرقس اور یوحنا اس باب میں خاموش ہیں جبکہ متی اور لوقا کے بیان آپس میں نہیں ملتے۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام 4ھ تا 8ھ قبل مسیح جنوبی فلسطین میں بیت اللحم کے مقام پر کنواری مریم علیہ السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جو انتہائی پرہیزگار عبادت گزار اور پارسا خاتون تھیں۔ حضرت مریم علیہ السلام حضرت داوٗد علیہ السلام کے خاندان کے ایک فرد یوسف سے منسوب تھیں۔ بعض عیسائی روایات کے مطابق نکاح ہو چکا تھا لیکن رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی۔ اس بات پر مسلمان اور عیسائی دونوں متفق ہیں کہ آپؑ خدا کے حکم سے بغیر کسی مرد کے حاملہ ہوئیں۔ پیدائش کے بعد جب لوگوں نے حضرت مریمؑ پر طعنوں کی بوچھاڑ کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں کلام کر کے انہیں مبہوت کر دیا اور ان کے منہ بند کر دیئے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام اناجیل کی روشنی میں

اناجیل کی روشنی میں آپؑ کی پیدائش سے لے کر صلیب تک کے واقعات کچھ اس طرح

ترتیب پاتے ہیں۔

یوسف کے یہاں بیت اللحم میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور فرشتہ کی ہدایت پر یوسف اپنی بیوی اور بچے کو لے کر مصر چلا گیا۔ اس اثناء میں یہودیہ (شام) کا بادشاہ ہیرو ڈائس (Herudius) مر گیا۔ تو آپ گلیل کے علاقے میں واقع ناصرہ نامی ایک شہر میں آ گئے۔ (متی۔ باب 2۔ آیات 1 تا 32)

ایک مرتبہ ان کے ماں باپ حسب معمول عید فسح کے موقع پر یروشلم آئے تھے۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ کی عمر بارہ برس تھی۔ یہود عید فسح اس دن کی یاد میں مانتے ہیں' جب یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں فرعون مصر سے نجات پانے کے لیے خروج کیا تھا۔ یہ عید یہود 15 اور 16 اپریل کو مناتے ہیں۔ عید منانے کے بعد جب وہ واپس ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم میں رہ گئے اور ان کے والدین کو خبر تک نہ ہوئی۔ ایک منزل دور چلے جانے کے بعد انھیں احساس ہوا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تلاش کرنے لگے مگر وہ نہ ملے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ واپس یروشلم پہنچے۔ تین دن کے بعد وہ دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیکل میں استادوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ان سے سوال و جواب کر رہے ہیں۔ پھر وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ناصرہ واپس ہوئے۔ (لوقا۔ باب 2۔ آیات 41 تا 51)

تین سال کی عمر میں آپؑ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام (یوحنا/ جان) سے بپتسمہ لیا (لوقا باب 2 آیات 21 تا 23) تقریباً اسی زمانے میں سے آپؑ کی نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ پر انجیل نازل ہوئی۔ اور آپؑ نے گیل (شہر جلیل) کے گرد و نواح میں اثر انگیز تمثیلوں کے ذریعے زہد و قناعت' عاجزی و انکساری اور مذمت جاہ و حشمت پر وعظ کہنا شروع کیا۔ درویشانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی۔ آپ اپنی اس تعلیم اور اپنے رحمدلانہ طرز عمل کے ذریعہ ہر دلعزیز ہوتے چلے گئے۔ (متی باب 4 آیات 23 تا 24)

ایک دفعہ آپؑ عید فسح کے موقع پر یروشلم گئے تو آپؑ نے وہاں کی حالت دیکھ کر بڑا اضطراب محسوس کیا۔ کیونکہ لوگوں نے بیت المقدس کے اندر بازار لگایا تھا ' اور خرید و فروخت میں مصروف تھے' اور سودی کاروبار ہو رہا تھا' بلکہ صحن تک بیل' بھیڑ اور کبوتر فروشوں سے بھرا ہوا تھا' اور وہاں اتنا شور بھرپا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ آپؑ یہ سب کچھ برداشت نہ کر سکے آپؑ کو غصہ آیا۔ آپؑ نے مویشوں کو صحن سے باہر نکلوا دیا' اور صرافوں کی میزیں الٹ دیں

اور چیخ کر فرمایا ''میرے باپ کے گھر کو تجارت گھر نہ بناؤ (یوحنا۔ باب 2۔ آیات 13 تا 17)۔

تبلیغ اور گرفتاری

یہاں سے آپؑ نے نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی اور فرمانے لگے کہ لوگوں توبہ کرو۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔ کفرنحوم (Capernam) نامی ایک گاؤں میں آپؑ چلے گئے وہاں ایک پہاڑی سے آپؑ نے ایک بڑے مجمع سے خطاب فرمایا۔ اس مجمع میں گلیلی، دکپلس، یروشلم، یہودیہ اور اردن پار کے علاقوں کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ اس خطاب میں آپؑ نے اپنی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا۔ آپؑ کا یہ خطبہ ''پہاڑی کا وعظ'' (Sermon of the Mount) کے نام سے مشہور ہوا۔ (متی باب 4 اور 5) عیسائیوں میں ''پہاڑی کا وعظ'' ویسا ہی اہم ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کے نزدیک حجۃ الوداع کا خطبہ اہم ہے۔ اس دوران آپ کو حضرت یحییٰؑ کی شہادت کی اطلاع ملی۔ اس وقت ہیرڈوس اعظم کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی سلطنت ان کے تین بیٹوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اس کے ایک بیٹے ہیرودانٹی نے اپنے بھائی فیلپس کے علاقے پر نہ صرف قبضہ کیا۔ بلکہ ان کی بیوی ہیرودیاس کو اپنی داشتہ بھی بنالیا۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے دام الفت میں گرفتار تھے۔ اور حضرت یحییٰ (یوحنا) کے روکنے ٹوکنے اور ملامت کرنے پر خاص کر ہیرودیاس سخت ناراض تھی۔ آخر کار ہیرود کی سالگرہ کے جشن کے موقع پر ان کی بیٹی نے خوب رقص پیش کیا اور سب کے دل کو خوش کر دیا ہیرودانٹی نے عالم سرور میں کہا مانگ کیا مانگتی ہے۔ تو انہوں نے اپنی فاحشہ ماں کی کہنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگ لیا جو کہ دعوت اور تبلیغ کی جرم میں قید تھا۔ بادشاہ کی حکم پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر ایک تھال میں انہیں پیش کر دیا گیا۔

دعوت دین شروع کرنے کے بعد آپؑ کے خلاف یہودی فریسیوں اور صدوقیوں نے سازشیں شروع کر دیں (مرقس باب 14۔ آیات 1 تا 2) کیونکہ ان کی تبلیغ سے نہ صرف یہود میں نیا دین پھیل رہا تھا بلکہ ان کا مذہبی اثر رسوخ اور مذہبی کاروبار بھی ماند پڑتا جا رہا تھا۔ آخر ان لوگوں کی کوششوں سے آپ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے ایک حواری یہودا اسکریوطی نے چاندی کے تیس سکوں کے عوض آپؑ کو ان کے حوالے کر دینے کا وعدہ کیا۔ اور موقع کا

متلاشی رہا (متی باب 26 آیات 14 تا 16) عید فسح کے موقع حضرت عیسیٰؑ گستمنی (Gethsemone) نامی باغ میں شاگردوں کے ساتھ تشریف لائے۔ اس سے پہلے آپؑ آخری کھانا کھا چکے تھے۔ یہاں آپؑ نے سجدے میں جا کر یوں دعا کی۔ "اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔"

اس اثناء میں آپؑ کا حواری یہوداہ اسخر یوطی ایک بھیڑ کو لے کر وہاں پہنچا یہ مجمع تلواروں اور لاٹھیوں سے مسلح تھا۔ وہ آپؑ کو پکڑ کر کائفا نامی سردار کاہن کے پاس لے گئے۔ اس پکڑ دھکڑ کے وقت آپؑ کے تمام حواری آپؑ کو چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔ (متی باب 26۔ آیت 56)

کائفا کاہن کے پاس یہودی صدوقی اور فریسی جمع تھے۔ دو گواہوں نے جھوٹی گواہی دی کہ حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ "وہ خدا کے مقدس کو ڈھا سکتے ہیں اور تین دن میں بنا سکتے ہیں۔" (یہ انجیل متی کے الفاظ ہیں۔ اس سے غالباً ہیکل سلیمانی مراد ہے) یہودی کاہن نے حضرت عیسیٰؑ پر جرح کی۔ آپؑ خاموش رہے۔ پھر آپؑ نے فرمانا شروع کیا۔ زندہ خدا کی قسم کے ساتھ جو کچھ آپ نے فرمایا...... اس کو سُنتا تھا کہ سردار کاہن نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہا کہ حضرت عیسیٰؑ نے کفر بکا ہے۔ اَب ہمیں گواہوں کی کیا حاجت رہی۔ (متی۔ باب 26 آیات 57 تا 65) اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ پر تھوکا اور زدوکوب کیا اور اس کا تمسخر اُڑایا (متی بات۔ 26 آیات 67-68)

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیلاطوس رومی حاکم کے سامنے اس الزام میں پیش کیا گیا کہ یہ آپ کے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے اور بادشاہی کا دعویدار ہے۔ لہٰذا اسے پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔ چاروں انجیلوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حاکم کے نزدیک آپ کا جرم ثابت نہیں ہوا۔ وہ آپ کو بے گناہ سمجھتا تھا اور رہا کرنا چاہتا تھا لیکن یہودیوں کے مجمع نے چلا چلا کر آپؑ کی پھانسی کا مطالبہ کیا۔ تب حاکم نے کہا کہ تمہاری عید فسح ہے۔ اور عید پر دستور ہے کہ سزائے موت کے ایک قیدی کو بخشا جاتا ہے۔ اس وقت دو قیدی ہیں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے جو کہ بے گناہ ہے اور دوسرا براباڈاکو ہے جس کو موت کی سزا سنائی جا چکی ہے۔ اس میں کس کو رہا کر دیا جائے تو مجمع نے چلا کر کہا کہ براباڈاکو کو رہا کیا جائے اور آپؑ کو پھانسی کی سزا دی جائے لہٰذا پیلاطوس نے براباڈاکو کو رہا کرنے اور آپؑ کو پھانسی دینے کا حکم سنا دیا۔

چنانچہ مروجہ دستور کے مطابق آپؑ اپنی صلیب خود اُٹھا کر پھانسی گھاٹ روانہ ہوئے۔

اس دوران آپ کی کافی تذلیل کی گئی اور آپؑ کو کانٹوں کا تاج پہنایا گیا۔ راستہ بھر لوگ آپؑ کا مذاق اُڑاتے رہے اور آپؑ سے ٹھٹے کرتے رہے۔ پھر آپؑ کو پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ تیسرے پہر یعنی تقریباً نو گھنٹے کے بعد آپؑ نے انتہائی مایوسی کے عالم میں خدا کو پکارا:۔ اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا ہے' اس کے بعد آپ نے بڑی آواز سے چلا کر سسک سسک اور تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

جب شام ہوئی تو یوسف ارمتیاہ نامی ایک دولت مند شخص نے پیلاطوس سے آپؑ کی لاش مانگی آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی میت کو چادر میں لپٹ کر قبر میں رکھدیا گیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ اتوار کے دن یعنی تیسرے دن آپؑ کی قبر کو دیکھا گیا تو آپؑ کی لاش اس میں نہ ملی۔ کسی نے بتایا کہ وہ زندہ ہو گیا ہے۔ پھر آپؑ چند اور لوگون کو بھی نظر آئے۔ اس کے بعد آپؑ نے حواریوں کو کچھ ہدایات دینے کے بعد آسمان پر چلے گئے (متی باب 27 آیات 33 تا 36)۔

اناجیل کی روشنی میں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مختصر سوانحی خاکہ ہے۔ لیکن ان چاروں اناجیلوں کے بیانات کے سلسلے میں جو اختلافات و تضادات ہیں وہ آسانی سے نظر انداز نہیں کیئے جا سکتے خواہ حسن عقیدت کے کتنے بلند جذبے سے کیوں نہ دیکھا جائے۔ پھر بھی حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں کی جو تصویر بنتی ہے وہ انتہائی شکستہ اور مایوس کن ہے۔ تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل خدوخال اور ان کے مقام و مرتبہ اور ان کے حواریوں کی واضح اور خوبصورت پر عزم تصویر جو کتاب ہمیں دکھاتی ہے وہ قرآن مجید ہے۔ اس لئے عیسائی مبلغین جب بھی حضرت عیسیٰ کی تعریف و توصیف کے لیے کسی کتاب کا سہارا لیتے ہیں تو مجبوراً انھیں قرآن کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپؑ نے شادی نہیں کی اور کہیں گھر بنا کر مستقل سکونت بھی اختیار نہیں کی۔ جب سے ہدایت و تبلیغ کا کام شروع کیا' اس وقت سے لے کر آخر دم تک شہر شہر اور قریہ قریہ پھرتے رہے اور یہودیوں کو موسوئی شریعت اختیار کرنے کی تلقین فرماتے رہے۔ جنہیں انہوں نے پس پشت ڈال دیا تھا۔

آپؑ نے تقریباً کل ڈھائی تین برس تبلیغ کی۔ اس عرصہ میں پورے وقت آپؑ کا طریقہ کار یہی رہا۔ اس مختصر عرصے میں آپؑ نے کم و بیش اٹھارہ تبلیغی سفر کیئے۔ آپؑ جہاں تشریف لے جاتے لوگوں کا ہجوم آپؑ کے ساتھ ہو لیتا۔ آپؑ کے موثر الفاظ اور دلنشین انداز بیان سے

لوگوں کے دلوں پر سے غفلت اور نادانی کے پردے اٹھ جاتے اور وہ آپؑ پر ایمان لے آتے۔

زیادہ تر غریبوں اور مسکینوں نے آپؑ کی آواز پر لبیک کہا مگر امیر لوگوں' کاہنوں اور یہودیوں کے مذہبی پیشواؤں نے آپؑ کی باتوں پر کان نہ دھرا بلکہ آپؑ کی جاں کے دشمن بن گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کی روشنی میں جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہیں تو قرآن مجید ہمیں دکھاتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریمؑ بلکہ ان کی والدہ ماجدہ یعنی نانی بھی انتہائی نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کا بیٹا ہو گیا تو وہ بیت المقدس کے لیے وقف ہو گا' لیکن لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی۔ ''پھر جب وہ بچی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا۔'' مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ جو اس نے جنا تھا۔ اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔'' (ال عمران آیت۔ 36)۔

یعنی لڑکی کے بہ نسبت لڑکا بہت سی کمزوریوں اور تمدنی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ اس لئے اگر لڑکا پیدا ہوتا تو مقصد اچھی طرح حاصل ہو سکتا تھا۔ جس کے لیے میں اپنے بچے کو تیری راہ میں نذر کرنا چاہتی تھی۔

''خیر میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے۔ اور میں اُسے اور اُس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول فرما لیا اور اسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا۔ (ال عمران آیات۔ 37-36) یعنی مریمؑ کو بیت المقدس میں خدمت کے لیے قبول کر لیا گیا۔

''اور زکریا کو اس کا سرپرست بنا دیا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس محراب میں جاتا تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا'' (ال عمران آیت۔ 37)۔

یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب مریمؑ سن رشد کو پہنچ گئیں۔ اور بیت المقدس کی عبادت گاہ میں داخل کر دی گئیں۔ اور ذکر الٰہی میں شب و روز مشغول رہنے لگیں اور حضرت زکریاؑ ان کے سرپرست مقرر کیے گئے جو کہ رشتہ میں ان کا خالو تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش

پھر وہ وقت آیا جب مریم سے فرشتوں نے آ کر کہا۔ ''اے مریمؑ اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا

اور پاکیزگی عطا کی اور تمام دنیا کی عورتوں کو تجھ پر ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا۔ اے مریم! اپنے رب کی تابع فرمان بنا کر رہ اس کے آگے سربسجود ہو۔ اور جو بندے اس کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ تو بھی جھک جا" (ال عمران 42-43)۔

"اور جب فرشتوں نے کہا۔ "اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوشخبری دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہوگا' دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا' اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی' اور وہ ایک مرد صالح ہوگا۔" یہ سن کر مریم بولی۔ "پروردگار! میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا' مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔" جواب ملا "ایسا ہی ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے۔ تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے" (ال عمران آیات 47-46-45)۔

"مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا۔ اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئی" (مریم۔ آیت نمبر 22)۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگی کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا۔" (مریم آیت نمبر 23)۔ یعنی میں بچے کو لیے لوگوں کا سامنا کیسے کروں گی۔

فرشتے نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا۔ "غم نہ کر۔ تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو اس درخت کے تنے کو ہلا تیرے اوپر تروتازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔ پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر' پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے۔ اس لئے آج میں کسی سے نہ بولوں گی" (مریم آیات 26-25)۔ (واضح رہے کہ بنی اسرائیل میں چپ کا روزہ رکھنے کا طریقہ رائج تھا۔)

"پھر وہ اس بچے کو لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی۔ لوگ کہنے لگے۔ اے مریم! یہ تو نے بڑا پاپ کر ڈالا۔ اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی" (مریم 27-28)۔ ہارون کی بہن سے مراد مفسرین کے نزدیک خاندان ہارون کی لڑکی مراد ہے۔ جو عربی محاورے کے مطابق ایک معروف طرز بیان ہے۔

"مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا۔ "ہم اس سے کیا بات کریں گے

جو گہوارے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے۔ بچہ بول اُٹھا۔ "میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا۔ جہاں بھی رہوں نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ رہوں۔" (مریم آیات 31-29)۔

اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھے ظالم و شقی نہیں بنایا (مریم آیت 32) یہاں حضرت عیسیٰ نے والدین نہیں بلکہ صرف والدہ کا حق ادا کرنے والا فرمایا جو ان کی معجزانہ بن باپ پیدائش کی ایک روشن دلیل ہے۔

ابن اللہ ہونے کی تردید

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی اس معجزانہ پیدائش کی وجہ سے عیسائی ابن اللہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جس کی تردید قرآن مجید نے ان الفاظ میں کی ہے۔

"یہ ہے عیسیٰ ابن مریم اور یہ ہے اُس کے بارے میں سچی بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ اللہ کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ فرماتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور بس وہ ہو جاتی ہے" (مریم 35-34)۔ دوسری جگہ سورہ انبیاء آیت 91 اور سورہ آل عمران آیت 59 میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کو حضرت آدم علیہ السلام سے مماثلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو کبھی ابن اللہ نہیں کہا۔ سورہ مریم میں ارشاد ہے۔

"(اور عیسیٰ نے کہا تھا) اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی، پس تم اس کی بندگی کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے" (آیت 36)۔ قرآن کریم کی اس آیت کی تائید استثنا باب 6 آیات 5-4 زبور باب 86 ایات 10-8، مرقس باب 12 آیات 32-28 اور مکاشفہ باب 10 آیات 4-3 بھی کرتے ہیں۔ بلکہ بعض فرقے طویل عرصے تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ تسلیم کرنے سے انکاری رہے۔

عقیدہ تثلیث

عیسائیت بھی خدا کو تقریباً ان ہی صفات کے ساتھ تسلیم کرتا ہے۔ جو دوسرے الہامی مذاہب میں اس کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن اس مذہب نے خدا کے تصور کی جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ بڑی الجھی ہوئی ہیں۔ عیسائی مذہب میں خدا تین اقانیم سے مرکب ہے۔ باپ،

بیٹا اور روح القدس اور اسی عقیدے کو عقیدہ تثلیث کہا جاتا ہے۔ عقیدہ تثلیث کے بارے میں مسلم محققین کے علاوہ اب عیسائی محققین بھی اس کا اظہار کرتے ہیں کہ عقیدہ تثلیث دراصل پولوس (پال) کا اختراع ہے۔ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اپنا دشمن رویہ ترک کیا اور یہودیت سے تائب ہو کر عیسائیت اختیار کر لی۔ قرآن پاک عقیدہ تثلیث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب کرنے کی تردید کرتا ہے۔

''پس اللہ کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو خدا تین ہیں' اس سے رک جاؤ۔ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ صرف ایک ہی معبود ہے'' (سورہ النساء۔ آیت۔ 171)۔

سورہ مائدہ میں بھی اس بات کی تردید یوں کی گئی ہے۔ کہ ''مسیح اللہ تعالیٰ کے استفسار پر کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو؟ تو وہ جواب میں عرض کرے گا۔ ''سبحان اللہ'' میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کرتا جس کے کہنے کا مجھ کو حق نہ تھا۔ (آیات۔ 116-117) یہاں نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی تردید ہے۔ بلکہ ابن مریم کو مادر خدا قرار دینے کی بھی تردید ہے۔ اسی سورۃ میں عیسائیوں کو ناحق غلو سے منع کر دیا گیا ہے۔

کہو! اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔ اور ان لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔'' (المائدہ آیت نمبر۔ 77)۔

عیسائی حضرات عقیدہ تثلیث پر ان اقوال سے استدلال کرتے ہیں۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو باپ اور اپنے آپ کو ''بیٹا'' کہا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک اسرائیلی محاورہ ہے۔ بائبل میں بے شمار مقامات پر مسیح کے سوا دوسرے انسانوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ انجیل میں باپ اور بیٹا کے الفاظ مجازی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ ابن اللہ سے مراد دراصل اللہ کا نیک بندہ ہے۔

دین مسیحؑ

قرآن کریم کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام بھی وہی دین لے کر آئے تھے جو موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء نے پیش کیا تھا۔ رائج الوقت اناجیل میں بھی یہ بات واضح طور پر

ہمیں ملتی ہے کہ دین مسیح ایک الگ دین نہیں بلکہ درحقیقت دین یہود کا ایک جز اور زیادہ صحیح

الفاظ میں اس کا تتمہ ہے۔ پہاڑی وعظ میں مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (متی باب 5 آیت۔ 17) قرآن مجید بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔ "اور میں اس تعلیم وہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں۔ جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانے میں موجود ہے" (آیات 51-50)۔

یہی وجہ ہے کہ کتاب مقدس کا پہلا حصہ "پرانا عہد نامہ" جس طرح یہودیوں کی مقدس کتاب ہے۔ اسی طرح عیسائی بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ البتہ کتاب مقدس کا دوسرا حصہ جسے "عہد نامہ جدید" کہا جاتا ہے۔ عیسائی اس کو کتاب مقدس کا دوسرا حصہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ یہود عہد نامہ جدید کو جو کہ اناجیل پر مشتمل ہے نہ صرف جھٹلاتے ہیں بلکہ اسرائیلی ریاست میں اس کی تعلیم پر پابندی بھی عائد ہے۔

کتاب مقدس میں ہمیں توحید' نماز' روزہ' زکوٰۃ' ختنے' ممانعت شراب و جوا کے علاوہ اور بھی بہت امر اور نواہی کے احکامات نظر آتے ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد پولوس نے مسیحیت میں اتنی تجدید اور اصلاحات کیے کہ یہ تعلیمات ان اصلاحات کے تلے دب کر معدوم ہو گئے۔ بپتسمہ' عشاء ربانی' حمد حوانی' عقیدہ کفارہ' عقیدہ مصلوبیت اور تثلیث ہی سے عیسائیت کی بنیادیں اٹھیں۔ اور یہ علیحدہ ایک نئی مذہب قرار پائی حالانکہ ابتدا میں مسیحی دعوت یہودی مذہب میں ایک اصلاحی تحریک شمار ہوتی تھی۔

حواریین

اناجیل سے حواریوں کا جو کردار سامنے آتا ہے۔ وہ انتہائی حوصلہ شکن ہے۔ ان میں کوئی قابل بھروسہ اور قابل اعتماد آدمی ہمیں نظر نہیں آتا۔ وہ زیادہ تر بزدل ڈرپوک تھے ان میں سے کوئی قابل تحسین کردار کا حامل نہیں لیکن اناجیل کے برعکس قرآن مجید' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو فرمانبردار مطیع اور مددگار بتاتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم ہی نے حواریوں کی تقدس و عظمت کو بحال کر دیا جو اناجیل میں ہمیں گہنا نظر آتا ہے۔ قرآن پاک نے انھیں "انصار اللہ" اللہ کی راہ میں مددگار کے معزز لقب سے یاد کیا ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے۔

"جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفروانکار پر آمادہ ہیں تو اس نے کہا کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے۔ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کی راہ میں مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے' گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔ مالک نے جو فرمان نازل کیا ہے ہم نے اسے مان لیا ہے اور رسول کی پیروی کی۔ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے (آل عمران آیات۔ 52-53) اس کے علاوہ سورہ المائدہ آیت ایک سو گیارہ اور سورہ الصف آیت 14 میں ان کے تحسین آمیز کردار کو بیان کیا گیا ہے۔

عقیدہ مصلوبیت

حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دینے کا قصہ چاروں انجیلوں میں موجود ہے۔ لیکن قرآن کریم عقیدہ مصلوبیت کی بڑی سختی سے تردید کرتا ہے۔ "انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ پھانسی پر چڑھایا بلکہ اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہو کر رہ گیا اور جو لوگ اس سلسلے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ شک میں مبتلا ہیں' ان کے پاس حقیقت حال کے بارے میں ظن کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں ہے اور انہوں نے مسیحؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے" (سورۃ النساء آیات۔ 158۔ 157)۔

اس پر تمام مسلمان مفسرین کو اتفاق ہے کہ یہود کو دھوکہ ہوا' اور وہ حضرت مسیحؑ کے دھوکے میں کسی اور کو سولی پر چڑھا گئے۔ چند سو سال پہلے "انجیل برناباس" کا جو نسخہ دریافت ہوا تھا۔ اس میں نہایت صراحت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ یہودہ اسکریوتی مصلوب ہوا تھا۔ اگرچہ عیسائی اس انجیل کو تسلیم نہیں کرتے لیکن گزشتہ صدی میں انجیل کا ایک اور نسخہ دریافت ہوا ہے۔ جو پطرس حواری کی طرف منسوب ہے۔ اس میں بھی بالکل صاف لکھا ہوا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو سولی دینے سے کچھ دیر پہلے آسمان پر اٹھالیا گیا۔ انجیل پطرس کا یہ جملہ بلمین اسٹریٹر نے اپنی مشہور کتاب اناجیل اربعہ (The Four Gospels) ص ۵ مطبوعہ میکملن' نیویارک 1961ء میں نقل کیا ہے۔ اگرچہ اسٹریٹر نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ یہاں مسیح سے مراد ان کا خدائی وجود ہے۔ لیکن انجیل پطرس کے الفاظ میں کوئی دلیل نہیں ہے نہ کوئی ابہام ہے۔ بلکہ یہ لفظ بہ لفظ سورہ النساء کی مندرجہ بالا آیات کی تائید و تصدیق ہے۔ خود عیسائیوں ہی کا ایک قدیم فرقہ باسلیدیہ کے نام سے گزرا ہے۔ اس

فرقہ کے بانی کا سال وفات 140ء ہے۔ یہ کھلم کھلا کہتے تھے کہ مصلوب حضرت مسیحؑ نہیں بلکہ شمعون کرینی ہوا ہے۔

عقیدہ کفارہ

(The Atonement) عیسائیت کا چوتھا اور آخری عقیدہ ہے۔ اس عقیدے کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر چڑھ کر تمام گناہ گار انسانوں کی طرف سے قربانی دی۔ جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا وہی نجات پائے گا۔ لیکن قرآن مجید نے کئی جگہوں پر اس عقیدے کی تردید کی ہے۔ سورہ زمر میں ارشاد ہے۔

"کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" (آیت۔ 7)۔ یعنی ہر شخص اپنے اعمال اور کرتوتوں کا ذمہ دار ہوگا۔ کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ سورہ زلزال میں یہی مضمون آیات 8-7 میں دہرایا گیا ہے کہ ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا یہ نہیں کہ برائیاں کوئی اور کرے اور بوجھ کوئی دوسرا اٹھائے۔

دوبارہ نزول عیسیٰؑ

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق چونکہ مسیح علیہ السلام زندہ اٹھا لیے گئے ہیں۔ اس بنا پر آخری زمانے میں ان کو دوبارہ نازل کیا جائے گا۔ یہ مضمون 121 احادیث مبارکہ اور 14 صحابہ کرامؓ سے صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کے معتبر کتابوں میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر بہت سی احادیث میں بھی ان کا ذکر آیا ہوا ہے۔ کہ ابن مریم عادل حکمران بن کر اتریں گے وہ دین محمدیؐ کے پیروکار ہونگے۔ احادیث کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی حصے میں سفید منار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے' صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو ہلاک کریں گے وہ خود اعلان کریں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں' نہ میں نے صلیب پر جان دی ہے' نہ میں کسی کے گناہ کا کفارہ بنا' نہ میں نے اپنے پیروکاروں کے لیے سؤر حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا۔ آپؑ "لد" کے مقام پر "دجال" کو قتل کریں گے۔ "لد" وہ مقام ہے جو تل ابیب سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہودیوں نے آج کل یہاں ایک بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔ آپؑ پوری دنیا پر حقیقی اسلام کی حکمرانی قائم کر کے وفات پائیں گے۔

اگر چہ اس انتہائی مختصر مطالعہ کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی سیرت میں حضرت محمد ﷺ کی طرح جامعیت نہیں۔ لیکن اسلامی عقیدے کے مطابق یہ ان کی حیات طیبہ کا صرف آغاز تھا۔ بعد میں جب وہ اپنی بقیہ زندگی مکمل کرنے کے لیے نازل ہوں گے تو ان کی سیرت کے بہت سے پہلو اپنی تکمیلی شان کے ساتھ نمودار ہوں گے۔

عیسائیت کا دینی ادب

ابتدائی کلیسا کی بائبل یہودی بائبل (مراد عہد نامہ قدیم) تھی بعد میں سال گزرنے کے ساتھ ساتھ عیسائی دینی ادب معرض وجود میں آنا شروع ہوا جو آج کتاب مقدس "عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید" کی صورت میں موجود ہے۔ عہد نامہ جدید 27 حصوں پر مشتمل ہے ان میں چار انجیل متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کے علاوہ 23 پادریوں کے خطوط اور مکاشفات شامل ہیں۔ جہاں تک انجیل کا تعلق ہے۔ قرآن کریم کے سورہ المائدہ آیت 46 میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی جو تورات کی تصدیق کرنے والی تھی اور سراسر روشنی تھی...... اس کا ایک ایک لفظ منزل من اللہ تھا۔ لیکن آج جو کتاب مقدس (عہد نامہ جدید) کے نام سے پائی جاتی ہے۔ اس میں کافی تغیر وتبدل ہو چکا ہے، بلکہ اصل انجیل جو عبرانی زبان میں تھی وہ سرے سے موجود ہی نہیں بلکہ آج انجیل کے سب سے قدیم جو نسخے ملتے ہیں وہ یونانی زبان کے ہیں۔ پھر ترجمہ در ترجمہ کے عمل سے گزرے ہیں اور جس مترجم نے جہاں چاہا وہاں قطع و برید اور اضافے کو اپنا حق سمجھا جس کی وجہ سے تحریف کا ایک ایسا دروازہ کھلا جو آج تک بند ہونے میں نہیں آ رہا ہے، تاہم موجودہ کتاب مقدس میں انجیل کے بکھرے ہوئے اجزا ضرور پائے جاتے ہیں۔ اگر ان منتخب اجزا کا قرآن پاک سے تقابلی مطالعہ کیا جائے تو بہت کم اختلاف نظر آئے گا۔ اور جو اختلاف نظر آئے گا تو اس وجہ سے کہ قرآن اپنے الفاظ میں ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے محفوظ ہے۔ جبکہ تورات، زبور اور انجیل اصل الفاظ اور مستقل کتاب کی حیثیت سے محفوظ نہ رہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یہود مدینہ کے پاس تورات ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے پائی جاتی تھی۔ اور حضورؐ کے زمانہ میں مدینے کے یہودیوں کے پاس اس کا ایک نسخہ محفوظ تھا۔ لیکن انجیل کے بارے میں کوئی ایسی شہادت موجود نہیں۔

عیسائیوں کے یہاں متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کے علاوہ اور بھی بے شمار انجیلیں موجود تھیں۔ برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا نے 34 اناجیل کے نام لکھے ہیں جبکہ نیقہ کونسل کے انعقاد کے زمانے میں ان کی تعداد 270 تک پہنچ گئی تھی۔ ان میں کوئی انجیل دوسرے انجیل کے موافق نہ تھی جبکہ ہر فرقہ خود کو مسیح کا صحیح مقلد اور اپنی انجیل کو صحیح سمجھ رہا تھا جس کی وجہ سے عیسائیت میں شدید مذہبی اختلافات نے جنم لیا۔ ان اختلافات کو مٹانے کے لیے 28 اکتوبر 312ء کو بت پرست رومی بادشاہ قسطنطین اعظم کی سربراہی میں نیقہ کونسل منعقد ہوئی۔ کونسل کے فیصلے کے مطابق تمام 270 اناجیلوں کو گڈ مڈ کر کے گرجا گھر میں عشائے ربانی کے میز کے نیچے رکھا گیا اور یہ سمجھایا گیا کہ جو کتب الہامی ہوں گے۔ خدا ان کو میز پر رکھ دے گا۔ دوسرے دن صبح ان تمام کتابوں میں متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی انجیلیں میز پر پائی گئیں۔ اس طرح یہ الہامی قرار پائیں اور باقی تمام نسخے نامنظور اور مردود قرار پائے۔ اس فیصلے کو خدائی فیصلہ قرار دے کر حکم بنایا گیا کہ باقی تمام اناجیلوں کو جلا دیا جائے اور اگر کسی کے پاس ان اناجیلوں کے علاوہ کوئی اور انجیل پائی گئی یا تبلیغ کرتے ہوئے دیکھا گیا تو وہ واجب القتل ہوگا۔ اس کے بعد بھی کونسلیں منعقد ہوئیں۔

عیسائیوں کے ساتھ موجودہ شکل میں عہد نامہ قدیم وجدید کا جو مجموعہ بائبل ہے یہ 633ء کی ٹولیڈو کونسل کا ترتیب دیا ہوا ہے۔

اس تاریخی جائزے کے بعد اب ہم ان چاروں اناجیل پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

(۱) انجیل متی (Mathe)

اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامے سے لے کر صعود (عروج آسمان) تک واقعات درج ہیں۔ اور کچھ احکام بھی ہیں یہ کل 28 ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مسیح کے حواری متی کی طرف منسوب ہے۔ لیکن کتاب کی اندرونی شہادت اس کی تائید نہیں کرتی۔ کہا جاتا ہے کہ متی کی اصل کتاب لوجیا (Logia) تھی جو کہ مفقود ہے۔ جو کتاب متی کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس کا مصنف کوئی گمنام شخص ہے۔ یہ زیادہ تر مرقس کی انجیل سے ماخوذ ہے کیونکہ اس کی 1068 آیات میں سے 470 آیات بعینہ وہی ہیں جو مرقس کی انجیل میں آئی ہیں۔ مسیحی علماء کے مطابق یہ کتاب ۷۰ء میں یعنی مسیحؑ سے 41 برس بعد لکھی گئی ہے جبکہ بعض

اس کا سن تصنیف 90ء بتاتے ہیں۔

(۲) انجیل مرقس (Mark)

مرقس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پطرس کے شاگرد ہیں۔ اس انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سابقہ نبیوں کی بشارتیں ہیں اور صعود آسمانی تک کے حالات ہیں۔ اس کے کل 16 ابواب ہیں۔ مرقس خود کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہیں ملا اور نہ ان کا مرید ہوا۔ عیسائی مصنفین اس کو عموماً پطرس کا ترجمان کہا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ پطرس سے جو کچھ سنتا تھا۔ اسے یونانی زبان میں لکھتا تھا۔ اس انجیل کے بارے میں خیال ہے کہ یہ 63ء اور 70ء کے درمیان کسی وقت لکھی گئی ہے۔

(۳) انجیل لوقا (Luke)

اس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعات ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات صعود آسمانی پر ختم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ احکامات ہیں اس کے کل 24 ابواب ہیں۔ لوقا نے نہ کبھی مسیح علیہ السلام کو دیکھا نہ اس سے مستفید ہوا بلکہ وہ پولوس کا مرید تھا۔ یہ انجیل پولوس کے خیالات کی ترجمانی کرتی ہے۔ اور پولوس (سینٹ پال) اس کو اپنی انجیل کہتا ہے۔ پولوس خود مسیح کے صلیب کے چھ برس بعد اس مذہب میں داخل ہوا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کا شدید مخالف رہا۔ اس انجیل کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ 57ء 74ء اور بعض کے مطابق 80ء میں لکھی گئی ہے۔ یہ واحد انجیل ہے جس میں حضور نبی کی آمد کے بارے میں کوئی بشارت ہمیں نہیں ملتی۔

(۴) انجیل یوحنا (John)

اس انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد کے حالات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود آسمانی تک واقعات پر محیط ہیں۔ اس کے کل چھ ابواب ہیں۔ جدید تحقیقات کے مطابق یہ انجیل مشہور حواری یوحنا کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مجہول الاحوال شخص کی ہے۔ جس کا نام یوحنا تھا۔ یہ کتاب مسیح علیہ السلام سے بہت مدت کے بعد 90ء میں یا اس کے بعد لکھی گئی ہے۔ ہارنک اس مدت کو 110ء تک بڑھا دیتا ہے۔

ان چاروں اناجیل کے بیانات میں بہت اختلافات ہیں حتیٰ کہ "پہاڑی کے وعظ" کو بھی جو مسیحی تعلیمات کا اصل الاصول ہے کو متی، مرقس اور لوقا تینوں نے مختلف اور متضاد طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ ان چاروں کو مکمل طور جھٹلایا جائے بلکہ انجیل مقدس کے جواہر ریزے۔ ہمیں یہاں اکثر سنگ ریزوں میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بعثت نبوی ﷺ پر گواہی

بعثت نبوی پر متی ان الفاظ میں گواہی دے رہا ہے۔

"دیکھو! تمہارا گھر تمہارے لیے ویران چھوڑا جاتا ہے۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خدا کے نام سے آتا ہے" (متی باب 23 آیات 39-39)۔

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام اٹھائے جانے والے ہیں اور وہ دوبارہ اس وقت تک نہیں آئیں گے جب تک خداوند کے نام سے آنے والا نہ آ جائے۔ اور لوگ یہ نہ پکار اٹھیں کہ وہ مبارک ہے۔ یعنی اس پر ایمان نہ لے آئیں۔ یہ خداوند کے نام سے آنے والا نبی امیؐ ہے۔ اسی کے ظہور کے بعد جب دنیا اس پر ایمان لا چکے گی تو دوبارہ مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا کیونکہ ان آیات میں مسیح علیہ السلام نے اپنی دوبارہ آمد کی پیش گوئی بھی فرمائی ہے کہ "اب مجھے ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خدا کے نام سے آتا ہے۔ یہی وہ خداوند کے نام سے آنے والا ہے جس کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ "میں اس کے بعد تم سے بات نہیں کروں گا" کیونکہ اس جہاں کا سردار یعنی (سرور عالمؐ) آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ علاوہ ازیں اس سے پہلے متی باب 21 آیات 33 تا 46 میں بھی حضورؐ کی آمد کو ایک تمثیل میں بیان کیا گیا ہے۔ اور احادیث اس گواہی کی صداقت پر شہادت دے رہی ہیں۔

(۲) مرقس کی گواہی

"اور یوحنا اونٹ کے بالوں کا لباس پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا اور ٹڈیوں اور جنگلی شہد کھاتا تھا۔ اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے۔ جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تو تم کو پانی سے بپتسمہ دیا ہے مگر وہ تم کو روح القدس سے بپتسمہ دے گا (مرقس باب اوّل آیات 8-6)

یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) جس کو یوحنا بپتسمہ دینے والا John the Baptist بھی کہتے ہیں وہ لوگوں سے گناہوں کی توبہ کراتے تھے اور توبہ کرنے والوں کو بپتسمہ دیتے تھے یعنی توبہ کے بعد غسل کراتے تھے تاکہ روح اور جسم دونوں پاک ہو جائیں۔ بنی اسرائیل ان کی نبوت تسلیم کر چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "جو عورتوں سے پیدا ہوئے ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا۔ (متی۔ باب گیارہ آیت گیارہ) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ان کی بزرگی کا اعتراف فرما رہے ہیں۔ جبکہ یوحنا خود کو آنے والے نبی کے جوتوں کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہیں قرار دیتا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ شخصیت حضرت مسیح کے بعد آنے والی تھی۔ جو لامحالہ آپ کی ذات مبارکہ ہے کیونکہ روح القدس سے بپتسمہ دینے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ تھے۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ روح القدس سے بپتسمہ دینے والا میں نہیں بلکہ میرے بعد آئے گا۔ رسولوں کے اعمال باب اوّل آیات چار اور پانچ میں ارشاد ہے۔

"یروشلم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کے منتظر رہو۔ جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو۔ کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے۔"

(۳) انجیل یوحنا کی گواہی

"اور یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کی گواہی یہ ہے کہ تو کون ہے؟ تو اس سے اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے کیا تو ایلیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں' کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے کہا تو پھر کون ہے؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھا کرو۔ یہ فریسیوں کی طرف بھیجے گئے تھے' انہوں نے اُس سے یہ سوال کیا کہ اگر تُو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں بپتسمہ دیتا ہوں۔ تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔" (یوحنا باب اوّل آیات 19-27)۔

یہود کے نزدیک تین نبی آنے والے تھے اوّل ایلیا (حضرت الیاس علیہ السلام) یہودیوں کے عقیدے کے مطابق انھیں دوبارہ آنا تھا۔ دوئم حضرت مسیح علیہ السلام اور تیسرے "وہ نبی" یعنی نبی موعود جس کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ مسلمانوں کے نزدیک حضرت الیاسؑ کے دوبارہ آنے کا عقیدہ بے بنیاد ہے لیکن اگر انہیں تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے متعلق فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ کہ یوحنّا ہی ایلیاؑ ہیں۔ اور چاہو تو مانو یوحنا ہی ایلیا ہیں۔ (متی باب گیارہ آیت 15) اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اور "وہ نبی" رہ جاتے ہیں۔ چونکہ یوحنا کے الفاظ کی روشنی میں یہ دونوں جدا جدا شخصیتیں ہیں کیونکہ یوحنّاؑ سے پہلے حضرت مسیح کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ اور انہوں نے انکار کیا تو پھر پوچھا گیا۔ کہ آپؑ وہ نبی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام آ چکے ہیں۔ صرف وہ "نبی" رہ جاتے ہیں۔ جو بغیر کسی شک وشبہ کے حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ ہیں۔ علاوہ ازیں یہ پیش گوئی "تورات" کے پیش گوئی کی لفظ بہ لفظ تائید کرتی ہے کہ یہود "وہ نبی" کے منتظر تھے اور بیتابی سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ جسے انجیل برناباس نے "مسیّا" کے نام سے پکارا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی اس کی آمد کی پیش گوئی کی تصدیق کی ہے۔

انجیل یوحنا میں باب 14 سے باب 16 تک مسلسل رسول کریم حضرت محمدؐ کی آمد کے متعلق پیشگوئیاں منقول ہوئی ہیں ان میں سے چند ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(i) "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا "مددگار" بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہے۔" (باب 14 آیات 16+17)

(ii) "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن "مددگار" یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔" (باب 14 آیات 25-26)

(iii) "اُس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔" (باب 14 آیت 30)

(vi) "لیکن جب وہ "مددگار" آئے گا جسے میں تمہارے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی

سچائی کی روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔" (باب 15 آیت 6)

(v) "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ "مددگار" تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا" (باب 16 آیت 7)۔

(iv) "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لیے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے اس لیے میں نے کہا کہ وہ مجھ سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا" (باب 16 آیات 15-12)۔

انجیل یوحنا کی مذکورہ بالا عبارات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک آنے والے کی خبر دے رہے ہیں جس کے متعلق وہ کہتا ہے کہ وہ "دنیا کا سردار" سرور عالم ہوگا۔ ابد تک رہے گا۔ "سچائی کی روح" وغیرہ الفاظ شامل کر کے اصل مدعا کو دھندلانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق ایسے نمایاں تغیرات دانستہ کیے گئے ہیں مگر اس کے باوجود ان سب عبارتوں کو اگر غور سے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی روح نہیں بلکہ انسان اور خاص شخص ہیں۔ جس کی تعلیم عالمگیر، ہمہ گیر اور قیامت تک باقی رہنے والی ہوگی۔ اس شخص خاص کے لیے اردو ترجمے میں "مددگار" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یوحنا کی اصل انجیل میں جو یونانی لفظ استعمال ہوا تھا۔ وہ "Periclytos" تھا۔ جس کے معنی "تعریف کیا ہوا" ہے۔ جو لفظ "محمد" کا بالکل ہم معنی ہے۔ مگر اسے دوسرے مشابہ لفظ "Paracletus" سے بدل دیا گیا۔ جس کے معنی متعین کرنے میں خود عیسائی علماء کو سخت زحمت پیش آئی۔ بنیادی طور پر یہ "سریانی" زبان کا لفظ "منحمنا" ہے۔ جس کے معنی "محمد" ہے اور یونانی میں برقلیطس (فارقلیط) ہیں۔ عربی بائبل مطبوعہ لندن 1821ء، 1831ء اور 1884ء میں لفظ فارقلیط ہی چھپا ہے۔ مگر بعد میں "مددگار" کبھی وکیل کبھی شفیع لکھتے رہے۔

انجیل یوحنا کی ان پیش گوئیوں کی تائید قرآن پاک ان الفاظ میں کرتی ہے۔

"اور یاد کرو عیسیٰ علیہ السلام ابن مریمؑ کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ تصدیق کرنے والا ہوں۔ اس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔" (سورہ الصف۔ آیت 6)۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نہ صرف آنے والے نبی کی بشارت دے رہا ہے بلکہ تورات میں دی ہوئی بشارت کی تصدیق بھی فرماتا ہے۔

ہم نے کتاب مقدس سے جملہ پیش گوئیوں کا احاطہ نہیں کیا بلکہ "گواہی" کے طور پر چند پیشگوئیاں مختصر توضیح کے ساتھ پیش کیں۔ جس سے یہ حقیقت بخوبی آشکارہ ہوتی ہے کہ آپؐ ہی آخری نبی خاتم الانبیاء بنی موعود ہیں آپ ہی دعائے خلیل ونوید مسیحا ہیں جس کی شہادت پہلے گزرے ہوئے انبیائے کرام دیتے چلے آ رہے تھے۔

انجیل برناباس

آج سے تقریباً تین سو سال قبل انجیل برناباس دریافت ہوئی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری برناباس کی طرف منسوب ہے' اس کتاب کی دریافت نے دنیا بھر میں ایک ہلچل مچادی کیونکہ اس میں نہ صرف یہ کہ بے شمار باتیں ایسی موجود تھیں جن سے عیسائیت کا پورا ایوان منہدم ہو جاتا ہے بلکہ اس میں نبی آخر الزمان حضرت محمدؐ کا اسم گرامی بھی متعدد جگہوں پر لکھا ہوا ہے۔ عیسائی محققین اور علماء نے یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ اصلی انجیل برناباس نہیں بلکہ اس کا مصنف کوئی مسلمان ہے جو پہلے یہودی تھا پھر نصرانی ہو گیا اور بعد میں مسلمان ہوا۔ انہوں نے عیسائیت کو غلط ثابت کرنے کے لیے اسے برناباس کی طرف منسوب کر دیا۔ لیکن غور طلب پہلو یہ ہے کہ اگر یہ کسی مسلمان نے لکھی ہوتی تو مسلمانوں میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہوتی مگر یہاں صورت حال یہ ہے کہ جارج سیل کے انگریزی مقدمہ قرآن سے پہلے مسلمانوں کو سرے سے اس کے وجود تک کا علم نہ تھا۔

قدیم عیسائی لٹریچر میں انجیل برناباس کے ایک گمشدہ کتاب کی حیثیت سے ملتا ہے۔ تاہم مستند حوالوں کے مطابق انجیل برناباس اسکندریہ کے کلیساؤں میں نیقہ کونسل کی انعقاد تک معتبر و مسلّم تھی۔ آرنیوس (200-130) نے اپنی تائید میں انجیل برناباس کے متعدد حوالے

دیئے ہیں۔ پانچویں صدی میں گلیسیوس نامی پوپ کے حکم سے یہ ممنوع قرار دی گئی اور بعد میں صرف اس کا نام رہ گیا۔

انجیل برناباس کے اطالوی ترجمے کا صرف ایک نسخہ پوپ سکٹس Sixtus کے کتب خانے میں پایا جاتا تھا مگر کسی کو اس کے پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر لاٹ پادری فرامریئو یہ نسخہ پوپ سکٹس کی لائبریری سے اُڑانے میں کامیاب ہوا جس کے مطالعہ کے بعد انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اٹھارویں صدی کی ابتدا ہی میں ہڈلی کے مقام پر ڈاکٹر ہلمن کو انجیل برناباس کا ایک اور نسخہ ملا۔ جو ہسپانوی زبان میں تھا۔ بعد میں یہ نسخہ مشہور مستشرق جارج سیل کے ہاتھ لگا جس سے اس نے اپنے ترجمہ قرآن میں اقتباسات نقل کئے۔

1907ء میں انجیل برناباس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا مگر غالباً اس کی اشاعت کے بعد فوراً عیسائی دنیا میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ یہ کتاب تو اس مذہب کی جڑ کاٹ رہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہے۔ اس لئے اس کو مارکیٹ سے غائب کر دیا گیا اور بعد میں پھر اس کی اشاعت کی نوبت نہ آ سکی۔ 1908ء میں اس انگریزی ترجمہ کا عربی ترجمہ رشید رضا کے ایک مختصر مقدمے کے ساتھ شائع کیا گیا۔ یہ عربی ترجمہ جب ہندوستان پہنچا تو مولوی محمد حلیم انصاری نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو 1916ء میں اسلامی مشن سنت نگر' لاہور نے شائع کیا۔ 1968ء میں جب مولانا مودودیؒ علاج کے لیے لندن گئے تو مانچسٹر پبلک لائبریری سے انہوں نے انجیل کے انگریزی ترجمے کی فوٹو کاپی حاصل کی اور پروفیسر آسی ضیائی سے اس کا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا۔ آج کل بازار میں مولانا محمد حلیم انصاریؒ اور پروفیسر آسی ضیائی دونوں کے ترجمے ملتے ہیں۔

انجیل برناباس کی تعلیمات تقریباً وہی ہیں جو مسلمانوں کے مسلمہ تعلیمات ہیں۔ اگرچہ چند ایک مقامات پر جزوی اختلافات نظر آتے ہیں۔ لیکن معروف اناجیل اربعہ سے یہ بہت سی چیزوں میں تضاد رکھتا ہے۔ مگر چار اختلافات ایسے ہیں۔ جنہیں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

(۱) اس انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے ''خدا'' اور ''خدا کا بیٹا'' ہونے سے صریح انکار کیا ہے۔

(۲) اس میں حضرت مسیحؑ نے بتایا ہے کہ وہ ''مسیح'' یا ''مسیا'' جن کی بشارت عہد قدیم کی صحیفوں میں دی گئی ہے۔ اس سے مراد میں نہیں بلکہ حضرت محمدؐ ہیں جو آخر زمانے میں

مبعوث ہوں گے۔

(۳) برناباس کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی بلکہ ان کی جگہ یہود اسکریوتی منافق صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ جس کی شکل بدل دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تھا۔

(۴) ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام

اس انجیل کے آغاز میں برناباس مقصد تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی اصلاح کی جائے جو شیطان کے دھوکے میں آ کر یسوع کو ابن اللہ قرار دیتے ہیں ختنہ کو غیر ضروری ٹھہراتے ہیں اور حرام کھانوں کو حلال کر دیتے ہیں جن میں سے ایک دھوکہ کھانے والے پولوس (سینٹ پال) بھی ہیں۔ کیونکہ پولوس جس مذہب کی تبلیغ کر رہا تھا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے یکسر مختلف تھا۔

یہاں ہم انجیل برناباس سے چند بشارتیں بطور گواہی پیش کر رہے ہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بعثت کی پیش گوئی کی ہے۔ انجیل برناباس کے ان پیشگوئیوں اور بشارتوں کی تعداد کم سے کم 35 سے زیادہ ہے۔ جن کو مکمل طور پر بیان کرنے کے لیے پوری ایک علیحدہ کتاب چاہیئے مگر یہاں ہم یک مشت نمونہ از خروارے کے طور پر صرف چند ایک پر اکتفا کریں گے۔

انجیل برناباس کی گواہی

(۱) کیونکہ کاہنوں کے سرداروں نے اپنے آپس میں مشورہ کیا تھا۔ کہ اس (یسوع) سے یہ کہہ کر سوال کرنے کو بھیج دیا کہ تو کون ہے؟

تب یسوع نے اعتراف کیا اور کہا ''سچ یہ ہے کہ میں مسیا نہیں ہوں'، پس ان لوگوں نے کہا ''آیا تو ایلیا ہے یا ارمیا ہے یا قدیم نبیوں میں سے کوئی نبی ہے؟

یسوع نے جواب دیا۔ ''ہرگز نہیں ...... اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند نہیں شمار کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو۔ کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیا کہتے ہو۔ وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔

(ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری) فصل نمبر 42' آیات نمبر 15,14,12,6,5,4,3 ص 76-175)

دوسری گواہی

تب اس وقت کاہن نے کہا مِسیّا کا نام کیا رکھا جائے گا۔ اور وہ کیا نشانی ہے' جو اس کے آنے کا اعلان کرے گی۔ یسوع نے جواب دیا۔ مِسیّا کا نام عجب ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے جو اس وقت اس کی ذات کو پیدا کیا اور اسے آسمانی روشنی میں رکھا خود ہی اس کا نام بھی رکھا ہے۔ تحقیق اس کا مبارک نام ''محمد'' ہے۔ اس وقت عام لوگوں نے یہ کہتے ہوئے شور مچایا۔ یا اللہ! تو ہمارے لیے اپنے رسول کو بھیج اے محمدؐ! تو جلد دنیا کو نجات دینے کے لئے آ۔ (فصل نمبر 97 آیات نمبر 18,17,14 ص 61-260)

تیسری گواہی

''باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں یہ تحقیق اس لیے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جواب جلد دنیا کے لیے ایک خلاص (چھٹکارے کا ذریعہ) لے کر آئے گا۔ راستہ صاف کروں لیکن تم اس بات سے ڈرتے رہو کہ دھوکا دیئے جاؤ اس واسطے کہ بعد میں بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے' جو میرے کلام کو اخذ کرلیں گے اور میری انجیل کو ناپاک بنائیں گے (ان آیات میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ میں حضور نبی کریمؐ سے پہلے ان کی راہ ہموار کرنے آیا ہوں۔ اور میرے بعد بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرے انجیل کو ناپاک بنا دیں گے۔ (خیال رہے کہ عیسائی حضرات سینٹ پال یعنی پولوس اور دیگر آیمہ عیسائیت کو رسولوں کے نام سے مخاطب کرتے ہیں اور عہد نامہ جدید میں اناجیل اربعہ کے بعد ان آیمہ عیسائیت کے حوالے سے ''رسولوں کے اعمال'' کے نام سے ایک پارہ بھی شامل ہے) تب اس وقت اندر اس نے کہا:۔ اے معلّم! ہمارے لیے کوئی نشانی بتا' تا کہ ہم اس رسول کو پہچانیں۔''

یسوع علیہ السلام نے جواب دیا۔ ''بے شک وہ تمہارے زمانے میں نہ آئے گا۔ بلکہ تمہارے بعد کی برسوں کے (گزرنے پر) جس وقت میری انجیل باطل کر دی جائے گی اور قریب قریب تیس مومن بھی نہ پائے جائیں گے۔ (فصل نمبر 72۔ آیات 13-10 ص 223)

بعثت نبوی ﷺ کی وقت بالکل یہی صورت حال تھی۔ جس کا مفصل احوال حضرت

دعوے کے پردے میں چھپیں گے۔ (فصل نمبر 97 آیات 9-8 ص 260)

تاریخ کی گواہی

انجیل برناباس کی شہادتوں سے قطع نظر تاریخ کے مطالعے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی علماء نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی آمد سے پوری طور پر باخبر اور آگاہ تھے۔ حضور ﷺ کی علامات اور صفات ان کے ذہن نشین تھے۔ اور وہ آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ اس لئے جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ کو اپنی زوجہ مبارکہ حضرت خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو ان کے چچا زاد بھائی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں انہوں نے عیسائی مذہب اختیار کی، عربی اور عبرانی زبان میں انجیل لکھتے تھے۔ وہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے پہلی وحی کا پورا حال جو کچھ دیکھا تھا ان کو سنایا تو انہوں نے کہا۔ یہ وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ) ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں آپؐ کے زمانہ نبوت میں قوی ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ یہ سن کر رسول کریمؐ نے فرمایا: کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ تو ورقہ بن نوفل نے کہا۔ "ہاں! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو، جو آپ لائے ہیں اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے آپ کا زمانہ پایا تو میں آپ کی پرزور مدد کروں گا" مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ورقہ بن نوفل کا انتقال ہوا اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ اعزاز ایک عیسائی عالم دین کو حاصل ہوا۔ جنھوں نے سب سے پہلے نہ صرف آپ کی نبوت کی تصدیق کی بلکہ اس پر ایمان بھی لے آیا۔

دوسری گواہی

ہجرت حبشہ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ 45 عام الفیل سنہ ۵ھ نبوی کو مسلمانوں نے کفار مکہ کی ظلم و ستم سے مجبور ہو کر حبشہ کو ہجرت کی۔ حبشہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد عموماً ایک سو ایک بتائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ مہاجرین حبشہ کو جب نجاشی نے اپنے دربار میں بلایا اور انہوں نے حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالب سے رسول کریمؐ کی تعلیمات سنیں تو بے ساختہ پکار اٹھا۔ مرحبا! تم کو اور اس ہستی کو جس کے یہاں سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ پھر انہوں نے ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور کہا: خدا

سلمان فارسیؓ کی سیرت مبارکہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چوتھی گواہی

اس بشارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا بیچنے والا میرے نام سے قتل ہوگا۔ لیکن لوگ مجھے صلیب پر چڑھا ہوا سمجھیں گے مگر حضور ﷺ تشریف لا کر میرے صلیب کے دعویٰ کو جھٹلائیں گے اور میری حقانیت واضح فرمائیں گے۔

"جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے نام سے قتل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک خیال کرے گا کہ میں ہوں۔ مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کرے گا اور اللہ یہ اسلیے کرے گا کہ میں نے مسیا کی حقیقت کا اقرار کیا ہے۔ وہ مسیا مجھے یہ نیک بدلہ دے گا یعنی کہ میں پہچانا جاؤں کہ زندہ ہوں اور یہ کہ میں ایسی موت مرنے کے دھبے سے بری ہوں (فصل نمبر 112 آیات 17-14 ص 283)

پانچویں گواہی

انجیل برناباس کے مطابق حضرت محمد ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوگا۔

"......تب وہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام خوشی کے ساتھ چلایا کہ اے اسماعیل! بے شک تیرے دونوں بازوں میں ساری دنیا اور جنت بھی ہے تو مجھے یاد کر کہ میں اللہ کا بندہ ہوں' تا کہ میں تیرے بیٹے کے سبب سے جس کے لیے اللہ نے ہر چیز بنائی ہے' اللہ کی نظر میں کچھ وقعت پاؤں۔ (فصل نمبر 191 آیات 10-9 ص 395)

چھٹی گواہی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی ہے۔ کہ حضرت محمدؐ کے بعد بھی بے شمار جھوٹے نبی آئیں گے۔ مگر نبوت حضرت محمدؐ پر ختم ہوگی وہ خاتم الانبیاء ہونگے۔

"یسوع نے جواب دیا۔" اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئے گی اور یہی بات جو کہ مجھے رنج دیتی ہے۔ اس لیے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے بھڑکائے گا۔ پس وہ میری انجیل کے

کی قسم جو کچھ تم نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے اور وہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آیا۔ اس طرح نجاشی پہلا عیسائی بادشاہ تھا۔ جنہوں نے نہ صرف آپؐ کی نبوت کی تصدیق کی بلکہ ایمان بھی لے آیا اور مسلمانوں کو سیاسی پناہ بھی دی۔

تیسری گواہی

ہجرت حبشہ کے بعد جب نبی کریم ﷺ کی بعثت اور دعوت کی خبریں حبش کے ملک میں پھیلیں تو وہاں سے 20 کے قریب عیسائیوں کا ایک وفد تحقیق حال کے لئے مکہ معظمہ آیا اور نبی کریمؐ سے مسجد حرم میں ملا۔ قریش کے بہت سے لوگ بھی یہ ماجرا دیکھ کر آس پاس کھڑے ہو گئے۔ وفد کے شرکاء نے آپؐ سے کچھ سوالات کئے جن کے آپؐ نے جوابات دیئے۔ پھر آپؐ نے ان کو اسلام کی طرف آنے کی دعوت دی اور قرآن مجید کی آیات ان کے سامنے پڑھیں۔ قرآن کی تلاوت سُن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور حضور نبی کریمؐ پر ایمان بھی لے آئے' جب مجلس برخاست ہوئی تو ابو جہل اور اس کے چند ساتھیوں نے ان لوگوں کو راستے میں جا لیا اور سخت ملامت کی کہ "بڑے نامراد ہو تم لوگ! تمہارے ہم مذہب لوگوں نے تم کو اس لئے بھیجا تھا۔ کہ تم اس شخص کے حالات کی تحقیق کر کے آؤ۔ اور انہیں ٹھیک ٹھیک خبر دو۔ مگر تم ابھی اس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ کے اس پر ایمان لے آئے۔ تم سے زیادہ احمق گروہ تو کبھی ہماری نظروں سے نہیں گزرا۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ سلام ہے بھائیو تم کو۔ ہم تمہارے ساتھ جہالت بازی نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہمارے طریقے پر چلنے دو اور تم اپنے طریقے پر چلتے رہو۔ ہم اپنے آپ کو جان بوجھ کر بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے۔ بعض مفسرین کے خیال میں سورہ القصص کی آیت نمبر پچپن میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ "اور جب انھوں نے بیہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے تم کو سلام ہے۔ ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے۔" اس طرح پہلا غیر ملکی وفد جو مسلمان ہوا' وہ بھی عیسائیوں کا ہی تھا۔

چوتھی گواہی

صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے جو خطوط اطراف و اکناف کے بادشاہوں کو بھیجے تھے۔ ان

میں سے ایک خط اسکندریہ کے رومی بطریق (Patriarch) کے نام بھی بھیجا تھا۔ جسے عرب مقوقس (مصر) کہتے تھے۔ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ۔ یہ نامی گرامی لے کر جب اس کے پاس پہنچے تو اس نے اسلام تو قبول نہ کیا مگر ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا اور جواب میں لکھا کہ "مجھے یہ معلوم ہے کہ ایک نبی آنا ابھی باقی ہے' لیکن میرا خیال یہ ہے کہ وہ شام میں نکلے گا تاہم میں آپؐ کے ایلچی کے ساتھ احترام سے پیش آیا ہوں' اور آپؐ کی خدمت میں دو لڑکیاں بھیج رہا ہوں۔ جو قبطیوں میں بڑا درجہ رکھتی ہیں۔ ان لڑکیوں میں ایک سیرین تھیں اور دوسری ماریہ قبطیہ تھیں۔

مصر سے واپسی پر راستہ میں حضرت حاطبؓ نے ان دونوں لڑکیوں کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ ایمان لے آئیں اور رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے سیرینؓ حضرت حسانؓ بن ثابت کو عطا فرمائی جبکہ ماریہ قبطیہؓ کو اپنے حرم میں داخل فرمایا۔ ذی الحجہ 8ھ میں ان ہی کے بطن سے حضورؐ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔

پانچویں گواہی

قیصر کے نام جو خط ارسال کیا گیا تھا۔ وہ دمشق میں ان کو ملا۔ خط کے پیامبر دحیہؓ بن خلیفہ الکلبی تھے۔ خط ملنے کے بعد انہوں نے تفتیش احوال کے لیے عرب تلاش کیے تو اتفاق سے ابوسفیان تجار عرب کے ساتھ غزہ میں مقیم تھے۔ جو ان دنوں حضورؐ کا جانی دشمن تھا۔ قیصر کے آدمی ان کو غزہ سے جا کر لائے باوجود دشمنی کے انہوں نے راست گفتاری سے کام لیتے ہوئے قیصر روم کو تمام سوالات کے جوابات بالکل صحیح اور درست دیئے کیونکہ قریش کے معتبر لوگ جھوٹ سے عموماً احتراز کرتے تھے۔ تحقیق حال کے بعد ہرقل (قیصر اس کا لقب تھا) نے کہا۔

"مجھے معلوم تھا کہ نبی آخرالزمان کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی پیدائش عرب میں ہوگی۔ اگر تمہارے جواب صحیح ہیں تو وہ شخص ایک روز اس جگہ پر قابض ہوگا کاش! میں اس تک پہنچ سکتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد آپؐ کا مکتوب پڑھا گیا۔ شبلی کے مطابق ہرقل اہل دربار کی ناراضگی اور بغاوت کی خوف سے دولت ایمان سے محروم رہا۔

چھٹی گواہی

۱۰ھ میں اہل نجران کے دو وفود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اس سے پہلے اہل نجران

کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ جب اُسقف نے آپ کا نامہ مبارکہ پڑھا تو اس نے شرجیل بن وداعہ کو بلایا کیونکہ اس کے بغیر علاقے کے امور طے نہیں پاتے تھے۔ اور اس سے رائے طلب کی۔ اس نے کہا کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام سے یہ وعدہ تو کیا تھا کہ اسمٰعیلؑ کی نسل کو نبوت سے نوازا جائے گا ممکن ہے یہ وہی شخص ہو۔ لیکن نبوت کے بارے میں میری کوئی حتمی رائے نہیں۔ اس کے بعد اُسقف نے عبداللہ بن شرجیل کو بلایا۔ اس نے بھی وہی رائے دی۔ آخر میں اُسقف نے جبار بن قیس کو بُلایا تو وہ بھی اوّل الذکر دونوں افراد کے ساتھ متفق تھا۔ چنانچہ آخر میں قوم سے صلاح ومشورے کے بعد ایک وفد مدینہ بھیجا گیا۔ جہاں اُن کی آپؐ سے باہمی گفتگو ہوئی۔ اہل وفد نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آپؐ کی رائے دریافت کی تو آپؐ نے وحی نازل ہونے کے بعد فرمایا۔

"اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اُسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ یہ اصل حقیقت ہے۔ جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں۔ یہ علم آ جانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملے میں تم سے جھگڑا کرے تو اے محمدؐ اس سے کہو آؤ ہم اور تم خود بھی آ جائیں اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ (سورہ آل عمران آیات 60-50)

اہل وفد نے ان آیات کے اقرار سے انکار کیا تو حضورؐ حکم کے مطابق مباہلہ کی تیاری میں حسنؓ اور حسینؓ کو گود میں لے کر باہر آئے اور حضرت فاطمہؓ بھی آپؐ کی پشت پر آن کھڑی ہوئیں۔

لیکن اہل وفد نے مباہلہ سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں اپنے عقائد کی صداقت پر کامل اعتماد نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ہم آپؐ سے مباہلہ نہیں کرنا چاہتے آپؐ ہمارے لیے بہتر حکم فرما دیں تو دوسرے روز ان کے لیے صلح نامہ لکھ دیا گیا۔

وفد نجران میں ابی حارث بن علقمہ بھی شامل تھا۔ جو انجیل کا بڑا عالم اور فاضل شخص تھا۔ انہوں نے اپنے بھائی کرز بن علقمہ سے کہا کہ بخدا یہ وہی نبی ہے جس کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ مگر میں اس پر اس لیے ایمان نہیں لاتا کہ ایمان لانے سے میں اس مقام اور اعلیٰ منصب سے محروم ہو جاؤں گا جو مجھے اپنی قوم میں حاصل ہے۔ وہ خود تو ایمان کی دولت سے محروم رہا لیکن

اس کا بھائی یہ سننے کے بعد حضور ﷺ کی دست مبارک پر اسلام میں داخل ہوا۔

تاریخ کے اوراق اگر مزید پلٹے جائیں تو صہیب رومیؓ ، سلمان فارسیؓ اور دیگر اصحاب کے بے شمار ایسے واقعات اور شواہد سامنے آتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی کے آغاز میں سب عیسائی علماء فصلاء اور پڑھے لکھے لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نبی کی پیش گوئی کر گئے ہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس نبی کے ایسی صاف اور واضح نشانی ہی انجیل میں موجود تھی جس کی وجہ سے ان سب کو یہ رائے قائم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوا کہ محمد ﷺ ہی وہ نبی ہیں جس کے وہ منتظر تھے۔ اس لئے ان میں اکثر خوش نصیب آپ پر ایمان لے آئے۔ یہ ایسے ناقابل تردید تاریخی شواہد ہیں جن کو ٹھکرانے کے لیے عقل کی نہیں بلکہ ڈھٹائی کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

مآخذ

(۱) تفہیم القرآن، مولانا مودودیؒ، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور

(۲) کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی انارکلی، لاہور 1997ء

(۳) توریت، زبور اور انجیل کی عظیم سچائیاں، ورلڈ ہوم بائبل لیگ، لاہور

(۴) انجیل برناباس، مترجم: مولانا محمد حلیم انصاریؒ، ادارہ اسلامیات، لاہور 2003ء

(۵) انجیل برناباس، مترجم: آسی ضیائی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

(۶) نصرانیت قرآن کی روشنی میں، مولانا مودودیؒ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 2000ء

(۷) سیرۃ النبیؐ (جلد اوّل و دوم)، شبلی نعمانیؒ، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور

(۸) ضیاء النبیؐ (جلد اوّل)، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، طبع چہارم

(۹) عیسائیت کیا ہے، مولانا محمد تقی عثمانی، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد 1990

(۱۰) آئینہ تثلیث، مولانا کوثر نیازی، فیروز سنز، لاہور 1973ء

(۱۱) مذاہب عالم، ایس۔ ایم۔ شاہد، یونیورسل بک پیلس، لاہور

(۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام' مظہر انصاری' فیروز سنز' لاہور

(۱۳) مذاہب عالم' احمد عبداللہ' مکی دار الکتب' لاہور 2002ء

(۱۴) مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا۔ لیوس مور' مترجم یاسر جواد/ سعدیہ جواد' نگارشات' لاہور 2003ء

(۱۵) الجہاد فی الاسلام' مولانا مودودیؒ' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور 1981ء

(۱۶) نقوش (جلد اوّل تا چہارم) مدیر محمد طفیل' ادارہ فروغ اردو' لاہور

(۱۷) رسول اکرمؐ کی سیاست خارجہ' پروفیسر محمد صدیق قریشی' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور

(۱۸) سیرت سرور عالمؐ (جلد اوّل و دوم) مولانا مودودی' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور 1989ء

(۱۹) ماہنامہ "ترجمان القرآن" مولانا مودودیؒ نمبر اکتوبر نومبر 2003ء مدیر: پروفیسر خورشید احمد' لاہور

☆☆☆
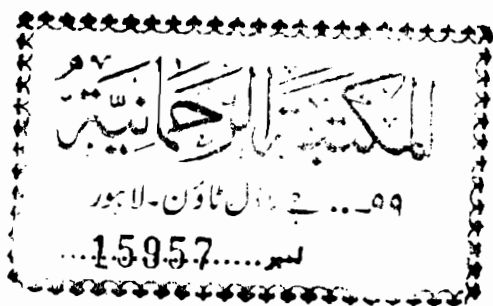
ہماری دیگر کتب

سیرۃ النبیؐ	شبلی نعمانی
سیرت النبیؐ	علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون
رحمۃ للعالمینؐ	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
محسن انسانیتؐ	نعیم صدیقی
انسان کاملؐ	ڈاکٹر خالد علوی
سید انسانیتؐ	نعیم صدیقی
حیاتِ محمدؐ	محمد حسین ہیکل
پیغمبر صحراؐ	کے ایل گابا
سیرت قرآنیہ سیدنا رسول عربیؐ	پروفیسر محمد اجمل خان
رسول عربیؐ	نور بخش توکلی
سیرت طیبہ محمد رسول اللہؐ	مولانا عبدالمقتدر ایم اے
سرور کائنات ﷺ	زاہد اقبال گنائی
پیغمبرانہ دعائیں	ڈاکٹر خالد علوی
النبی الخاتمؐ	مولانا مناظر احسن گیلانی
سیرت النبیؐ کا انسائیکلوپیڈیا	مسعود عبدہ
نبی اکرمؐ بطور ماہر نفسیات	سیدہ سعدیہ غزنوی
اسوہ حسنہ اور علم نفسیات	سیدہ سعدیہ غزنوی
رسول اکرم ﷺ کا دستر خوان	شیریں زادہ خدوخیل
رسولؐ کی تعلیمات وارشادات	علی اصغر چوہدری

Design By: MUHAMMAD AHSAN 0300-4529821
MOHSAN GRAPHICS

ISBN 969-503-448 9